تیسیر الهدایة

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ۔ کراچی

تیسیر الہدایہ

اردو ترجمہ

کتاب الحدود

مِنَ الہِدَایۃ

مترجم

مولانا محمد اشرف قریشی

ناشر

مقابل آرام باغ۔ کراچی

فون نمبر ۲۶۲۷۶۰۸

فہرست مضامین

کتاب الحدود

حاشیہ متعلقہ صفحہ ۸ ۔ **فرق کی وضاحت** ۔ گواہوں کی عدالت ظاہر ہونے کے بعد جرم ثابت ہوتا ہے اور جرم کے ثبوت کے بعد حدود کے باب میں آخری سزا کوڑے یا رجم ہے اور قرض کے باب میں آخری سزا قید ہے اگر عدالت ظاہر ہونے سے پہلے ملزم کو قرض کی وجہ سے قید کر دیا جائے تو ایک جرم کے لئے دو سزا واقع ہوتی ہیں کیونکہ ثبوت کے بعد پھر اسے اس جرم میں قید کیا جائے گا، اس لئے قرض کے باب میں عدالت ظاہر ہونے سے پہلے مجرم کو قید نہیں کر سکتے جبکہ حدود کے باب میں عدالت ظاہر ہونے سے پہلے قید کر سکتے ہیں کیونکہ اس پر برے فعل کی تہمت لگ چکی اور تہمت کی بنا پر قید کرنا جائز ہے اور عدالت ظاہر ہونے کے بعد اسے کوڑے لگائے جائیں گے یا رجم کیا جائے گا اس طرح ایک جرم کی دو سزا واقع نہیں ہوئیں بلکہ دو جرم کے لئے دو سزا واقع ہوئیں۔

(ابن الہمام)

کتاب الحدود

حدود شرعیہ کا بیان

مصنف نے فرمایا کہ حدّ کے لغوی معنی "منع کرنا ہیں" اور اسی سے "حدّاد" نکلا ہے جو دربان کے لئے کہا جاتا ہے۔ اور شریعت میں یہ ایک مقرر سزا (زجر کے لئے) ہے، جو خالص اللہ کے حق کے لئے واجب ہوتی ہے، اسی وجہ سے قصاص کو حد نہیں کہتے اس لئے کہ یہ حقوق العباد میں سے ہے[1]، اور حد کو تعزیر بھی نہیں کہتے، اس لئے کہ تعزیر میں کوئی مقدار متعین نہیں ہے (جبکہ حد میں مقدار مقرر ہے)۔ اس کے مشروع کرنے کا اصلی مقصد یہ ہے کہ جس چیز سے بندوں کو نقصان پہنچتا ہے[2]، (حد) کے ذریعہ (کرنے والے کو اس چیز سے) روکنا۔ اور گناہ سے پاک ہونا اس کی اصل (غرض) نہیں ہے۔

مسئلہ: علامہ قدوری رح نے فرمایا کہ زنا[3] گواہی اور اقرار سے ثابت ہوتا ہے

---

[1] ولی اگر قصاص معاف کرے تو ساقط ہو جائے گا، لیکن حد معاف کرنے سے ساقط نہیں ہوگی۔

[2] زنا سے انسانی جان کو، تہمت سے عزت کو اور چوری سے مال کو نقصان پہنچتا ہے۔

[3] شرعی اصطلاح میں زنا یہ ہے کہ مکلف کا اپنی شہوت کو پورا کرنا ایسی عورت کے اگلے حصہ سے جو ملک نکاح و یمین، ان کے شبہ اور شبہ اشتباہ سے خالی ہو۔

(زنا ایک حسی فعل ہے، جو اپنے واقع ہونے میں گواہی اور اقرار کا محتاج نہیں ہے، اس کے جواب میں مصنفؒ نے فرمایا کہ) اور ثابت ہونے سے مراد امام (قاضی) کے سامنے ثابت ہونا ہے۔ اور گواہی (اس کے لئے) ایک ظاہری دلیل ہے اور اسی طرح اقرار بھی ہے (اشکال ہوا کہ اقرار میں جھوٹ کا بھی احتمال ہے، اس کا یہ جواب دیا کہ) اس لئے کہ اس میں جانب صدق راجح ہے، خاص طور پر ایسے فعل میں جس کے ثابت ہونے کی وجہ سے تکلیف (کوڑے یا رجم کی سزا) اور عار لازم ہوتی ہے (تو ایسے فعل کے اقرار میں صدق کو ترجیح حاصل ہوگی۔ قطعی علم کو مدار اس لئے نہیں بنایا کہ) علم قطعی تک پہنچنے میں عذر و رکاوٹ ہے تو ظاہری دلیل پر اکتفاء کیا جائے گا۔

مسئلہ: علامہ قدوریؒ نے فرمایا کہ گواہی کی تفصیل یہ ہے کہ: چار گواہ ایک مرد و عورت پر زنا کی گواہی دیں (چار گواہ کی قید) اس لئے کہ اللہ پاک نے فاحشہ عورتوں کے بارے میں فرمایا کہ "ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو" (النساء: ۱۵) نیز دوسری جگہ (زنا کے احکام کے بارے میں) فرمایا کہ "پھر اگر وہ چار گواہ لے کر آئیں" (النور: ۴) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس آدمی سے جس نے اپنی بیوی پر تہمت لگائی تھی) فرمایا کہ "چار گواہ لاؤ جو تمہاری بات کے سچ ہونے کی گواہی دیں (آیات و حدیث میں چار گواہ بیان کئے گئے ہیں) عقلی دلیل یہ ہے کہ چار گواہ کی شرط لگانے میں پوشیدگی کے معنی زیادہ متحقق ہوتے ہیں۔ (اور پوشیدگی مطلوب اس لئے ہے کہ) یہ مندوب ہے اور (مسلمانوں میں فحاشی) پھیلانا اس کی ضد ہے۔[1]

---

[1] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کریں گے (مسلم)۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ "جو لوگ ایمان والوں میں فحاشی پھیلنے کو پسند کرتے ہیں ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔" (النور: ۱۹)

مسئلہ: جب (گواہ آجائیں) اور گواہی دیں، تو امام (قاضی) ان سے زنا کے بارے میں سوال کرے گا کہ وہ کیا ہے؟ اور کیسے ہوتا ہے؟ اور کہاں زنا کیا، اور کس وقت زنا کیا، اور کس کے ساتھ زنا کیا؟ (یہ تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ سے زنا کی کیفیت اور مزنیہ کے بارے میں سوال کیا تھا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ: استفسار میں احتیاط ضروری ہے، اس لئے کہ شاید گواہ (یا اقرار کرنے والے) نے شرمگاہ کے فعل کے علاوہ کوئی اور فعل مراد لیا ہو (مثلاً بوس و کنار، اور جگہ کے بارے میں اس لئے سوال کرے کہ) یا شاید اس نے دارالحرب میں زنا کیا ہو (اور اس صورت میں حد واجب نہیں ہوتی اور وقت کے بارے میں اس لئے سوال کرے کہ) یا شاید اس نے سابقہ زمانہ میں زنا کیا ہو (اور اس صورت میں گواہی معتبر نہیں کہ انہوں نے تاخیر کیوں کی[2]، اور مزنیہ کے بارے میں اس لئے سوال کرے کہ) یا وہاں کوئی ایسا شبہ موجود ہو جسے زانی (جبکہ وہ مقر ہو) اور گواہ دونوں نہیں جانتے (اور شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے) جیسے بیٹے کی باندی سے وطی کرنا، پس امام استفسار میں خوب کوشش کرے تاکہ حد کے ساقط ہونے کی کوئی صورت معلوم ہو۔

مسئلہ: جب گواہوں نے تمام امور کو بیان کر دیا اور کہا کہ ہم نے اسے دیکھا کہ اس نے عورت کی شرمگاہ میں اس طرح مباشرت کی جیسے سلائی سرمہ دانی میں ہوتی ہے۔ اور قاضی نے گواہوں کا حال دریافت کیا، تو خفیہ و علانیہ (دونوں اعتبار سے) ان کا عادل ہونا بیان کیا گیا، تو قاضی ان کی گواہی کے مطابق فیصلہ کر دے۔ صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ حدود کی گواہی میں قاضی ان کی ظاہری حالت پر اکتفا نہیں کرے گا (کہ وہ مسلمان ہیں) اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے

---

[1] اس سے حد واجب نہیں ہوتی۔ [2] مانع نہ ہونے کی وجہ سے تاخیر کی صورت میں فاسق ہو گئے۔

حدود کو ثابت ہونے سے دور کرو۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بقیہ حقوق اس کے خلاف ہیں (کہ ان میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ظاہری عدالت یعنی مسلمان ہونے پر اکتفاء کیا جائے گا، خفیہ وعلانیہ تعدیل کی تفصیل وکیفیت کے بارے میں مصنف نے فرمایا کہ) گواہوں کی خفیہ وعلانیہ تعدیل کو ہم شہادات میں بیان کریں گے۔ انشاء اللہ۔

مسئلہ: امام محمدؒ نے اپنی کتاب اصل میں فرمایا کہ "قاضی ملزم کو قید میں ڈالے" یہاں تک کہ گواہوں کا حال دریافت کرے، اس لئے کہ اس پر جرم کی تہمت موجود ہے، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت کی وجہ سے قید کیا تھا (ابوداؤد)۔ قرض کی صورت اس سے مختلف ہے (یعنی کسی پر قرض کا الزام ہو، اور وہ ابھی ثابت نہیں ہوا تو اس میں یہ حکم ہے کہ گواہوں کی) عدالت ظاہر ہونے سے پہلے اسے قید نہیں کیا جائے گا۔ قرض اور حدود کا (اس حکم میں) فرق انشاء اللہ آگے آئے گا۔[1]

مسئلہ: علامہ قدوریؒ نے فرمایا: اقرار کی صورت یہ ہے کہ بالغ عاقل شخص چار مختلف مجلسوں میں اپنے بارے میں زنا کا اقرار کرے اور ہر بار جب وہ اقرار کرے تو قاضی اس کے اقرار کی تردید کرے۔ صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ بالغ اور عاقل ہونے کی شرط اس لئے کہ بچے اور مجنون کا قول معتبر نہیں ہے یا ان کا فعل حد واجب کرنے والا نہیں ہے۔ چار مرتبہ اقرار کی شرط لگانا ہمارا (یعنی احناف کا) مذہب ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایک دفعہ اقرار کر لینا کافی ہے، جیسا کہ تمام حقوق میں ہوتا ہے (کہ تمام حقوق کے اقرار میں تعداد معتبر نہیں ہے امام شافعیؒ کے نزدیک

---

[1] مصنفؒ نے اس فرق کو آگے بیان نہیں کیا، شاید وہ بھول گئے۔ ہم نے اس کی تفصیل "فتح القدیر" سے نقل کر کے صفحہ ۴۴ پر لکھ دی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

زنا کی گواہی میں چار گواہ ضروری ہیں اور تمام حقوق کی گواہی میں دو گواہ کافی ہیں تو امام شافعیؒ نے گواہی کی جانب میں زنا اور بقیہ حقوق کے درمیان فرق کیا ہے، مصنف نے اسی فرق کو بیان کیا کہ) یہ یعنی اقرار حقیقت کو ظاہر کرنے والا ہے، اور بار بار اقرار کرنا ظہور میں زیادتی کا فائدہ نہیں دیتا، بخلاف گواہی (کہ اس میں گواہوں کی زیادتی دل کے اطمینان میں زیادتی کا سبب ہوتی ہے)۔ ہماری دلیل حضرت ماعزؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حد قائم کرنے میں تاخیر کی، یہاں تک کہ ان کی جانب سے چار بار اقرار کی چار مجالس میں تکمیل ہوئی[1]، اگر چار بار سے کم اقرار حد کو واجب کرنے کے لئے ظاہر ہو جاتا تو آپ حد قائم کرنے میں تاخیر نہ کرتے، اس لئے کہ وجوب ثابت ہو گیا (اور حد کے وجوب کے ثبوت کے بعد نبی کے مناسب نہیں ہے کہ وہ حد قائم کرنے میں تاخیر کرے)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ زنا کے ثبوت کے بارے میں گواہی بھی عدد میں زیادتی کے ساتھ خاص ہے (کہ بقیہ عام شہادات میں دو گواہ کافی ہیں لیکن زنا میں چار ضروری ہیں) پس اسی طرح اقرار میں بھی اس کا لحاظ رکھا جائے (کہ چار کی شرط لگائی جائے) تاکہ امر زنا کا عظیم ہونا ظاہر ہو، اور پردہ پوشی کا پہلو بھی متحقق ہو جائے (اس لئے امام شافعیؒ کا اسے دوسرے حقوق پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے)۔

اقرار کی مجلس کا مختلف ہونا بھی ضروری ہے، وجہ وہ حدیث ہے جو ہم روایت کر چکے (یعنی حضرت ماعز کی حدیث)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ متفرق چیزوں کو (ایک حکم میں) جمع کرنے میں مجلس کا اتحاد اثر رکھتا ہے[2]۔ پس مجلس کے متحد ہونے کی صورت

---

[1] صحیحین میں ہے کہ حضرت ماعزؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور فرمایا کہ یا رسول اللہ! میں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ ہو)

میں اقرار کے متحد ہونے کا شبہ ہوگا (اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے) اور (اقرار کرنے والے کی مجلس کا اعتبار اس لئے ہے کہ) اقرار کا ثبوت مقر کی جانب سے ہوتا ہے، اسی لئے اس کی مجلس کے اختلاف کو معتبر مانا جائے گا نہ کہ قاضی کی مجلس کے اختلاف کو۔ اور اختلافِ مجلس کی صورت یہ ہے کہ جب بھی وہ اقرار کرے تو قاضی اسے ردّ کر دے تو وہ چلا جائے یہاں تک کہ قاضی اسے نہ دیکھے پھر وہ آئے اور اقرار کرے (اسی طرح رد کرنا اور واپس آنا تین دفعہ ہو) امام ابوحنیفہؒ سے اسی طرح مروی ہے، اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کو ہر بار ردّ کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ مدینہ کی دیواروں کے پیچھے پوشیدہ ہو جاتے تھے۔

مسئلہ: علامہ قدوریؒ نے فرمایا کہ جب اس کا چار بار اقرار تام ہو جائے تو قاضی اس شخص سے سوال کرے کہ زنا کیا ہوتا ہے؟ اس کی کیفیت کیسی ہوتی ہے؟

(بقیہ صفحہ گذشتہ سے)

نے زنا کا ارتکاب کیا ہے مجھے پاک کیجئے۔ آپ نے ان سے رخ انور پھیر لیا، حضرت ماعزؓ نے اسی جانب سے آکر وہی بات عرض کی، آپ نے تیسری جانب رخ کر لیا۔ حضرت ماعزؓ نے تیسری طرف حاضر ہو کر پھر وہی بات عرض کی، تو آپ نے چوتھی جانب رخ کر لیا، انہوں نے چوتھی جانب سے آکر وہی بات عرض کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب تو نے چار بار اقرار کر لیا ہے، بتاؤ کہ کس عورت کے ساتھ زنا کیا ہے؟ حضرت ماعزؓ نے عورت کا نام لیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تو نے بوس و کنار سے کام لیا ہو، تو انہوں نے انکار کیا یہاں تک کہ صریح زنا کا اقرار کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تیری عقل تو ٹھکانے ہے؟

۱؎ زیادہ عظیم و خوفناک ہونا اس طرح معلوم ہوگا کہ لوگ سمجھیں گے کہ کتنی بڑی چیز ہے کہ اس کے ثبوت کے لئے چار گواہ یا چار بار اقرار کرنا ضروری ہے اور پردہ پوشی اس طرح کہ چار کی تکمیل کے خوف سے لوگ اتنی جلدی گواہی دینے پر راضی نہیں ہوں گے۔

۲؎ جیسے ایک مجلس میں متعدد بار ایک ہی آیت سجدہ تلاوت کرنے سے ایک سجدہ لازم آتا ہے، ورنہ ہر دفعہ آیت کی تلاوت سجدہ کا موجب ہے۔

کہاں زنا کیا اور کس کے ساتھ زنا کیا؟ جب ملزم ان تمام چیزوں کو بیان کردے تو اس پر حد واجب ہو جائے گی۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: اس لئے کہ حجت پوری ہو گئی اور ان اشیاء (یعنی ماہیت، کیفیت اور مکانِ زنا و مزنیہ) کے بارے میں سوال کی وجہ ہم نے گواہی کی بحث میں بیان کر دی۔ امام قدوریؒ نے اقرار کی صورت میں زمانہ کے بارے میں سوال کو ذکر نہیں کیا (کہ کب زنا کیا ہے؟) حالانکہ گواہی کی صورت میں ذکر کیا ہے (کہ گواہوں سے پوچھے: کہ کب زنا کیا؟) اس لئے کہ زمانہ کا قدیم ہونا گواہی کی قبولیت میں مانع ہے (فسق کے شبہ کی وجہ سے) اور اقرار میں مانع نہیں ہے بعض فقہاء نے کہا کہ اگر زمانہ کے بارے میں سوال کیا تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس نے اپنے بچپن کے زمانہ میں زنا کیا ہو (اور بچپن کے زنا کی وجہ سے حد واجب نہیں ہوتی)۔

مسئلہ: اگر اقرار کرنے والے نے حد قائم ہونے سے پہلے، یا درمیان میں اپنے اقرار سے رجوع کیا تو اس کے رجوع کو قبول کیا جائے گا اور اسے چھوڑ دیا جائے گا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں اور یہی ابن ابی لیلیٰ کا قول ہے کہ: اس پر حد قائم ہوگی، اس لئے کہ اس کے اقرار سے حد واجب ہوئی ہے تو اب اس کے رجوع و انکار سے باطل نہیں ہوگی جس طرح کہ گواہی سے حد واجب ہو (کہ اس صورت میں ملزم کے انکار سے حد ساقط نہیں ہوتی) اور یہ قصاص اور حد قذف کی طرح ہو گیا (کہ یہ دونوں بھی اقرار کے بعد رجوع کرنے سے ساقط نہیں ہوتے)۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ رجوع کرنا ایک خبر ہے جو صدق کا احتمال رکھتی ہے جس طرح کہ اقرار (کہ وہ بھی خبر ہے اور صدق کا اس میں بھی احتمال ہے، تو دونوں اس اعتبار سے برابر ہو گئے) اور رجوع کی صورت میں کوئی اس کی

تکذیب کرنے والا نہیں ہے (کہ تکذیب کی صورت میں اقرار کی جانب راجح ہو جائے گی، اس رجوع کی وجہ سے) اقرار میں شبہ متحقق ہو گیا (اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے پس رجوع سے حد ساقط ہو جائے گی، قصاص وحد قذف پر قیاس کرنے کا جواب دیا کہ) یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے جو حقوق العباد میں سے ہو، جو کہ قصاص اور حد قذف ہیں، اس لئے کہ اس میں (راجح کی) تکذیب کرنے والا (مقتول کا وارث اور جس پر تہمت لگائی) موجود ہے (اس سے جانب اقرار راجح اور جانب رجوع مرجوح ہو گیا) اور وہ حد جس میں خالص شریعت کا حق ہو وہ ایسی نہیں ہے (یعنی اس میں اس کی کوئی تکذیب کرنے والا نہیں ہے اور حقوق اللہ میں سے زنا ہے)۔

مسئلہ: امام کے لئے مناسب ہے کہ وہ اقرار کرنے والے کو رجوع کی تلقین کرے، اور اس سے کہے کہ شاید تو نے اس عورت کو چھوا ہوگا، یا صرف بوسہ لیا ہوگا۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ سے یہ کہا تھا کہ شاید تو نے صرف چھوا ہے یا بوسہ لیا ہے۔ امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ شاید تو نے اس سے نکاح کر لیا ہو یا شبہ میں اس سے مباشرت کی ہو۔ اور یہ الفاظ بھی معنی میں پہلے الفاظ (چھونا یا بوسہ لینا) کے قریب ہیں (کہ دونوں میں رجوع کی تلقین ہے، اگر اقرار کرنے والے نے جواب میں "ہاں" کہا تو حد ساقط ہو جائے گی)۔

فصل

فی کیفیۃ الحد واقامتہ

حد کی کیفیت اور اس کے قائم کرنے کا بیان

مسئلہ: جب حد واجب ہو جائے اور زانی محصن ہو تو قاضی اسے پتھروں سے سنگسار کرے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کو رجم[1] کیا اس حال میں کہ وہ محصن تھے (بخاری و مسلم) اور مشہور حدیث میں ہے کہ "وزنا بعد الاحصان" یعنی مسلمان زنا کرے اور وہ محصن ہو تو اس سے اس کا خون حلال ہو[2] جاتا ہے اور اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے۔

مسئلہ: امام قدوریؒ نے فرمایا کہ: مجرم کو کھلے میدان میں لے جایا جائے اور گواہ اس کو سنگسار کرنے میں ابتداء کریں[3] پھر امام (قاضی) مارے پھر عوام ماریں۔ صاحب

---

[1] یہ حدیث تفصیل سے پہلے گزر گئی، نیز غامدیہ عورت کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا۔ (مسلم)

[2] حضرت عثمانؓ ایک دن نکلے اور صحابہ سے فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے، ۱ محصن ہونے کے بعد زنا کرنا ۲ اسلام کے بعد مرتد ہونا ۳ بغیر حق کے کسی کو قتل کرنا، صحابہ نے فرمایا کہ ہاں۔ (ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ)

[3] حضرت علیؓ کے سامنے جب زنا کی گواہی دی جاتی تو آپ گواہوں کو حکم فرماتے کہ وہ سنگسار کریں اس کے بعد لوگ سنگسار کرتے، اگر ملزم نے اقرار کیا تو حضرت علیؓ خود ابتدا کرتے پھر لوگ پتھر مارتے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ)

ہدایہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے اسی طرح مروی ہے (مصنف ابن ابی شیبہ) اور اس میں یہ حکمت ہے کہ گواہ کبھی کبھی جھوٹی گواہی دینے کی جرأت کرتا ہے، پھر اس کے قتل سے خوفزدہ ہوکر گواہی سے رجوع کرلیتا ہے، تو اس لئے گواہوں سے رجم شروع کرانے میں حد دور کرنے کا حیلہ نکلتا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: کوڑوں پر قیاس کرتے ہوئے گواہوں سے ابتدا کرانا شرط نہیں ہے (یعنی کنوارے زانی کی کوڑوں کی سزا میں یہ شرط نہیں ہے کہ گواہ کوڑے لگانے میں ابتدا کریں، اسی طرح یہاں بھی شرط نہیں لگائی جائے گی) ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ (دونوں میں فرق ہے، اس لئے کہ) ہر شخص میں صحیح طور پر کوڑے مارنے کی صلاحیت نہیں ہے کیونکہ بسا اوقات نادان شخص کا کوڑا مہلک (ختم کرنے والا) ثابت ہوسکتا ہے، حالانکہ ایسا شخص ہلاکت کا مستحق نہیں ہے لیکن رجم کی حیثیت اس جیسی نہیں ہے اس لئے کہ اس میں ہلاک کرنا مقصود ہوتا ہے (پس رجم کو کوڑوں پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے)۔

مسئلہ: اگر گواہ رجم کی ابتدا کرنے سے انکار کردیں تو حد ساقط ہوجائے گی۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ ان کا انکار رجوع کی دلیل ہے۔ اور ظاہر الروایۃ کے مطابق یہی حکم اس وقت بھی ہے جبکہ وہ مرجائیں یا غائب ہوجائیں (یعنی حد ساقط ہوجائے گی) اس لئے کہ حد جاری کرنے کی شرط معدوم ہوگئی۔

مسئلہ: اگر زانی اقرار کرنے والا ہے (اور وہ محصن ہے تو) رجم کی ابتدا امام (حاکم یا قاضی) کرے، پھر دوسرے لوگ پتھر ماریں۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا: اسی طرح حضرت علیؓ سے مروی ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدیہ عورت

کو چنے کے برابر چند کنکر مارے تھے، اور انہوں نے زنا کا اعتراف کیا تھا۔ (ابو داؤد نسائی اور بزار)۔

مسئلہ: مرحوم کو غسل اور کفن دیں اور اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کے بارے میں فرمایا کہ ان کے ساتھ وہ برتاؤ کرو جو تم اپنے مُردوں کے ساتھ کرتے ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ حق پر قتل کیا گیا ہے اس لئے غسل ساقط نہیں ہوگا جیسا کہ قصاص میں قتل کیا گیا شخص (اس سے غسل ساقط نہیں ہوتا) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدی عورت پر رجم سے مرجانے کے بعد نماز جنازہ پڑھی تھی۔

مسئلہ: اگر زانی محصن (شادی شدہ) نہ ہو اور وہ آزاد ہے تو اس کی حد سو کوڑے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ "زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو۔" (النور: ۲) مگر یہ حکم محصن (مرد و عورت) کے حق میں منسوخ ہو گیا، اس لئے غیر محصن کے حق میں معمول بہ ہے۔

مسئلہ: (کوڑے مارنے کی کیفیت یہ ہے کہ) امام جلاد کو ایسے کوڑے سے مارنے کا حکم کرے جس میں گرہ نہ ہو اور متوسط درجہ کی مار مارے۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ حضرت علیؓ نے جب حد جاری کرنے کا ارادہ کیا تو کوڑے کی گرہ توڑ دی[1] اور درمیانی درجے سے مراد یہ ہے کہ اتنی سخت نہ ہو کر زخم کر دے

---

[1] حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حکم دیا جاتا تھا کہ کوڑے کی گرہ توڑ دی جائے، پھر دو پتھروں کے بیچ میں رکھ کر کچلا جائے تاکہ نرم ہو، حضرت انسؓ سے پوچھا گیا کہ یہ کس کے زمانہ میں ہوتا تھا؟ تو فرمایا کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں (مصنف ابن ابی شیبہ) ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرسل مروی ہے۔ (مالک عبدالرزاق وابن ابی شیبہ)

اور نہ اتنی نرم ہو کہ تکلیف نہ پہنچے، اس لئے کہ پہلی صورت میں ہلاکت تک نوبت پہنچے گی (اور یہ مقصود نہیں ہے) اور دوسری صورت میں مقصود حاصل نہیں ہوتا، یعنی برائی سے باز رہنا۔

مسئلہ: ملزم کے کپڑے اتارے جائیں گے۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ تہہ بند (یا شلوار وغیرہ) کے علاوہ دوسرے کپڑے اتارے جائیں گے، اس لئے کہ حضرت علیؓ حدود جاری کرتے وقت کپڑے اتارنے کا حکم صادر فرماتے تھے، دوسری وجہ یہ ہے کہ کپڑے اتارنا تکلیف پہنچانے میں زیادہ ابلغ ہے، اور زنا کی حد کا مقصد بھی مار میں شدت ہے اور تہہ بند (وغیرہ اس لئے نہیں اتارے جائیں گے کہ ان کے) اتارنے سے پردہ کھل جائے گا، لہٰذا اس سے پرہیز کیا جائے۔

مسئلہ: اور کوڑے اس کے مختلف اعضاء پر مارے جائیں۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں: اس لئے کہ ایک ہی عضو پر کوڑے مارنے کی صورت میں بسا اوقات ہلاکت تک نوبت پہنچے گی، حالانکہ حد کا مقصد زجر ہے، جان سے مارنا نہیں (اس لئے ایک ہی جگہ سارے کوڑے جمع کرنے سے بچا جائے)۔ امام قدوریؒ نے فرمایا مگر اس کا سر، چہرہ اور شرمگاہ (یعنی ان پر کوڑے نہیں مارے جائیں گے) اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو کوڑے مارنے پر مقرر کیا تھا اسے حکم دیا تھا کہ چہرہ اور شرمگاہ کو بچا کر مارے[۱]۔ اس لئے کہ شرمگاہ کی چوٹ ہلاک کرنے والی ہوتی ہے، اور سر تمام حواس کا مجمع ہے اور اسی طرح چہرہ بھی، نیز چہرہ خوبیوں

---

[۱] اس سے حد قذف سے احتراز کیا۔ اس لئے کہ اس میں کپڑے نہیں اتارے جائیں گے اور اس میں تخفیف ہے۔
[۲] ابن ابی شیبہ نے حضرت علیؓ سے یہ موقوفاً روایت کی ہے۔

کا بھی مجمع ہے تو کچھ بعید نہیں کہ مار کی وجہ سے حواس یا محاسن میں سے کچھ زائل ہو جائے، اور یہ معنوی طور پر ہلاک کرنا ہے تو یہ بطور حد کے شروع نہیں ہوگا۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا: کہ سر پر بھی مارا جائے۔ آپ نے اس قول کی طرف رجوع کرلیا (یعنی پہلے آپ کا قول نہ مارنے کا تھا پھر بعد میں مارنے کا قول ہوگیا) ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حکم دیا تھا کہ اس پر مارو، اس لئے کہ اس میں شیطان ہے (ابن ابی شیبہ)۔ ہم جواب میں کہتے ہیں: کہ آپ کے قول کی یہ تاویل ہے کہ آپ نے ایسے شخص کے بارے میں فرمایا کہ جس کا قتل کرنا مباح ہوچکا تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ نے یہ حکم ایسے حربی کافر کے بارے میں جاری فرمایا تھا جو لوگوں کو کفر کی دعوت دیتا تھا، اور ایسا شخص مارے جانے کا مستحق ہے۔

مسئلہ: جملہ حدود میں ملزم کو کھڑا کر کے ہاتھ کھینچ کر باندھے بغیر حد ماری جائے۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا: کیونکہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ حدود میں مردوں کو کھڑا کر کے اور عورتوں کو بٹھا کر حد ماری جائے (مصنف عبدالرزاق) اور دوسری وجہ یہ ہے حدود کا مدار تشہیر و اشاعت پر ہے (تاکہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں) اور قیام کی صورت میں تشہیر کا پہلو زیادہ واضح ہے۔ امام محمدؒ کے قول "غیر ممدود" (بغیر ہاتھ کھینچے باندھے ہوئے) کے کئی مطلب ہیں۔ بعض نے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ زمین میں ڈال کر اس کے ہاتھ پھیلا کر باندھ دیئے جائیں جیسا کہ ہمارے زمانہ میں رائج ہے، بعض نے کہا کہ (یہ ممدود سے متعلق نہیں، بلکہ مارنے والے سے متعلق ہے کہ) مارنے والا کوڑے کو سر تک کھینچ کر لائے (تاکہ ضرب شدید ہو) بعض نے کہا کہ مارنے والا کوڑا اس کے بدن پر کھینچ کر اٹھائے (اس سے بدن کی کھال

چھل جانے کا خدشہ ہے) بالجملہ ان تمام صورتوں میں سے کسی صورت پر عمل نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ جس قدر سزا کا وہ مستحق ہے، ان تمام صورتوں میں اس پر زیادتی ہے۔

مسئلہ : اگر زانی غلام (یا باندی) ہے تو اسے پچاس کوڑے مارے۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ : باندیوں پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے[1] (النساء : ۲۵)۔ یہ آیت باندیوں کے حق میں نازل ہوئی (اور اسی حکم میں غلام بھی ہے)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ غلامی نعمت کو آدھا کر دیتی ہے (حتیٰ کہ غلام صرف دو عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے) اسی طرح سزا کو بھی نصف کر دے گی، کیونکہ نعمتوں کی کثرت کے وقت جرم کرنا بہت قبیح امر ہے تو ایسے آدمی کی سزا میں بھی شدت کا پہلو ملحوظ ہوگا[2] (یعنی آزاد مرد چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے، اگر وہ زنا کرے تو اسے سزا بھی سخت دی جائے گی)۔

مسئلہ : حد کے بارے میں مرد اور عورت دونوں یکساں ہیں۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ نصوص شرعی دونوں کو شامل ہیں۔ مگر اتنا فرق ہے کہ عورت (پر حد جاری کرتے ہوئے اس) کے کپڑے نہیں اتروائے جائیں گے سوائے پوستین اور ان کپڑوں کے جن میں روئی بھری ہوئی ہو (کہ یہ اتارے جائیں گے) اس لئے کہ اس کے کپڑے اتروانے میں پردہ دری ہے۔ اور پوستین و زائد کپڑے (اس لئے اتروائے جائیں گے کہ یہ) مضروب کے بدن تک کوڑے کی تکلیف پہنچنے میں مانع ہیں اور (رہا پردہ دری کا احتمال تو فرمایا کہ) پردہ ان کے بغیر بھی حاصل ہے، تو یہ دونوں کپڑے اتار لئے جائیں گے۔

مسئلہ : عورت کو بٹھا کر حد لگائی جائے گی۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کی وہ روایت ہے جسے ہم نے بیان کیا اور اس لئے کہ ایسا کرنے میں پردہ پوشی زیادہ ہے۔

---

[1] یہ حکم کوڑوں کے بارے میں ہے۔ رجم میں آدھی سزا نہیں ہے۔ عنایۃ۔ [2] اس کی اصل اللہ پاک کا یہ قول ہے کہ اے نبی کی عورتوں اگر تم میں سے کوئی کھلے فحش کا ارتکاب کرے گی تو اس پر دوچند عذاب ہے (الاحزاب : ۳۵) عنایۃ

امام قدوریؒ نے فرمایا کہ رجم کی صورت میں عورت کے لئے گڑھا کھود لیا جائے تو جائز ہے (یعنی یہ بہتر ہے واجب نہیں) صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدی عورت کے لئے چھاتیوں تک گڑھا کھدوایا تھا (مسلم) اور حضرت علیؓ نے شراحہ ہمدانیہ کے لئے گڑھا کھدوایا تھا (احمد)۔ اگر گڑھا نہ کھدوایا گیا تو کوئی مضائقہ نہیں، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا (اور اس کا پردہ اس کے کپڑوں سے حاصل ہے) البتہ گڑھا کھدوانا بہتر ہے، اس لئے کہ اس میں پردہ پوشی زیادہ ہے۔ اور سینہ تک گڑھا کھودا جائے جیسا کہ ہم روایت کر چکے ہیں۔

مسئلہ: رجم میں مرد کے لئے گڑھا نہیں کھودا جائے گا۔ مصنف نے فرمایا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کے لئے گڑھا کھودنے کا حکم نہیں دیا۔[1] دوسری وجہ یہ ہے کہ مردوں کے حق میں حد جاری کرنے کا مدار تشہیر پر ہے (تاکہ زیادہ لوگ دیکھ کر عبرت حاصل کریں) اور باندھنا اور روکنا مشروع نہیں ہے (اس لئے کہ حضرت ماعزؓ کے ساتھ ایسا نہیں کیا گیا)، لیکن اس کے بغیر اگر رجم ممکن نہ ہو اور گواہوں سے زنا کا ثبوت ہو تو یہ دونوں فعل جائز ہیں (عنایہ)۔

مسئلہ: امام کی اجازت کے بغیر آقا اپنے غلام پر حد جاری نہیں کر سکتا۔ مصنف نے فرمایا: امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ آقا کو حد قائم کرنے کا اختیار ہے، اس لئے کہ اسے اپنے غلام پر امام (حاکم) کی طرح مطلق ولایت حاصل ہے، بلکہ اس کی ولایت امام کی ولایت سے کچھ زیادہ ہے اس لئے کہ اسے غلام میں وہ تصرف (مثلاً بیچنا، خدمت لینا، افتراش وغیرہ) کرنے کا اختیار ہے جو امام کو نہیں، تو یہ تعزیر کی طرح ہو گیا (اور تعزیر کا حق آقا کو

---

[1] حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم دینے کے بعد ہم نے ماعزؓ کو باندھا نہیں، اور نہ اس کے واسطے گڑھا کھودا (مسلم) جس روایت سے اس کا ثبوت ہے وہ مرجوح ہے، اس لئے کہ پھر بھاگنے کی گنجائش نہ ہوتی حالانکہ بھاگنا ثابت ہے۔

امام کی اجازت کے بغیر حاصل ہے) ہماری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ چار چیزوں کا اختیار حاکموں کو حاصل ہے[1]، اور ان چار میں حد کو ذکر کیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حد کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، اس لئے کہ اس کے جاری کرنے کا مقصد دنیا کو فتنہ و فساد سے خالی کرنا ہے، اسی وجہ سے حدود بندے کے ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتیں، پس وہ شخص حد قائم کرے گا جو شرع کی طرف سے نائب ہو، جو کہ حاکم ہے یا اس کا قائم مقام جو کہ قاضی وغیرہ ہے (امام شافعیؒ نے فرمایا کہ یہ تعزیر کی طرح ہو گیا، اس کا جواب یہ دیا کہ) تعزیر کا حکم اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ وہ حق العبد ہے اور اسی وجہ سے بچّے کو بھی تعزیر کی جاسکتی ہے حالانکہ حق الشرع (یعنی حدود) اس سے مرفوع ہیں (یعنی بچّے کو گستاخی اور بری عادتوں سے باز رکھنے کے لئے سزا دی جاسکتی ہے، لیکن اس پر حد قائم نہیں کی جاسکتی)۔

مسئلہ: امام قدوریؒ نے فرمایا کہ رجم کے لئے جس احصان کی شرط ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان ہو اور کسی عورت سے نکاح صحیح کرکے دخول کر چکا ہو، نیز دخول کے وقت زوجین میں صفت احصان ہو۔ مصنف نے فرمایا: عاقل اور بالغ ہونے کی شرط عقوبت کی اہلیت کے ثبوت کے لئے ہے، اس لئے کہ ان دونوں کے بغیر انسان احکامِ الٰہی کا مخاطب نہیں ہے۔ ان دونوں کے علاوہ بقیہ امور (حریت اسلام اور نکاح صحیح وغیرہ) کی شرط اس لئے لگائی گئی ہے کہ جب نعمت کامل ہو تو اس کی وجہ سے جرم بھی کامل ہو جاتا ہے، اس لئے کہ نعمت کی زیادتی کے وقت اس کی ناشکری سخت ہے۔ اور یہ (مذکورہ امور) اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہیں (جرم کے کمال کی ضرورت اس لئے ہے کہ سزا بھی بہت سخت ہے، پس جب کامل نعمتیں حاصل ہوں تو اس

---

[1] ابن ابی شیبہؒ نے حسن بصریؒ سے نقل کیا کہ چار امور حاکم کے سپرد ہیں نماز، زکوٰۃ، حدود اور قصاص۔ اور عطا خراسانی سے نقل کیا کہ زکوٰۃ، جمعہ اور حدود حاکم کے سپرد ہیں۔

وقت جرم کرنا بھی کامل ہوگا، اس لئے اس کے مناسب سزا رجم ہے۔ اسی وجہ سے فرمایا کہ) اوران تمام امور کے اجتماع کے وقت رجم کو زنا کی سزا کے لئے مشروع کیا گیا، پس رجم کا حکم ان امور کے استجماع کے وقت متعلق ہوگا۔ شرافت اور علم شرط نہیں ہیں، اس لئے کہ شرع کی مقرر کردہ شرائط کے ضمن میں ان کا اعتبار نہیں کیا گیا، اور ذاتی رائے سے شرع قائم کرنا محال ہے۔[1] (ان شرائط کے پورا ہونے کی) دوسری وجہ یہ ہے کہ آزادی کی بنا پر آدمی کو نکاح صحیح کرنے کا اختیار حاصل ہے (غلام آقا کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں کرسکتا) نیز صحیح نکاح کی وجہ سے حلال وجائز مباشرت کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے (نکاح فاسد کی صورت میں مباشرت کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے نکاح صحیح کی شرط لگائی) اور دخول (یعنی مباشرت) کی وجہ سے اس حلال سے سیری وتسکین حاصل ہوتی ہے (اس لئے اس کی بھی شرط مقرر کی)۔ اسلام (کی شرط اس لئے ہے کہ اس) کی وجہ سے اسے مسلمان عورت سے نکاح کرنے کا اختیار حاصل ہے، نیز اسلام زنا کی حرمت کے اعتقاد کو مؤکد کرتا ہے، پس ان مذکورہ امور میں سے ہر ایک امر زنا سے روکنے والا ہے اور موانع کے پورا ہونے کے بعد جرم کرنا زیادہ سخت ہے۔

امام شافعیؒ: اسلام کی شرط مقرر کرنے میں ہماری مخالفت کرتے ہیں، اسی طرح امام ابو یوسفؒ بھی ایک روایت میں (اس شرط میں ہماری مخالفت کرتے ہیں)۔ ان دونوں کی دلیل وہ حدیث ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی، آپ نے یہودی مرد اور عورت کو زنا کی وجہ سے رجم کیا (اخرجہ الائمۃ الستۃ)۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ: آپ کا یہ رجم کرنا توریت کے حکم کی وجہ سے تھا (یعنی ابتداء اسلام میں، اور اسی وجہ سے

---

[1] یعنی مذکورہ امور کو شریعت نے خود شرط قرار دیا ہے اور ہم اپنی ذاتی رائے سے شرافت وعلم کو اضافی شرط نہیں بنا سکتے، اس لئے کہ ذاتی رائے کو قوانین شریعت کے مقابلے میں کچھ حیثیت حاصل نہیں۔

آپ نے ان سے توریت میں زنا کی حد کے بارے میں سوال کیا تھا) پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔ اس نسخ کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ہوتی ہے کہ: جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا تو وہ محصن نہیں ہے۔ اور مباشرت (دخول) میں یہ معتبر ہے کہ عورت کے اگلے راستہ میں اس طرح داخل کرے کہ جس سے غسل واجب ہوجائے (یعنی مرد کے آلۂ تناسل کا حشفہ فرج میں داخل ہوجائے کہ اس سے غسل واجب ہوجاتا ہے)۔ علامہ قدوریؒ نے زوجین میں مباشرت کے وقت محصن ہونے کی شرط عائد کی ہے، حتیٰ کہ اگر کافر منکوحہ (نصرانیہ یا یہودیہ) یا لونڈی یا مجنونہ یا بچی منکوحہ سے مباشرت کی تو محصن نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح اگر شوہر (دخول کے وقت) ان صفات (کفر، غلامی، جنون اور بچپن) میں سے کسی ایک کے ساتھ متصف ہوا، اور زوجہ آزاد، مسلمان، عاقلہ بالغہ ہے (تو وہ محصنہ نہیں ہوگی)۔ اس لئے کہ مذکورہ امور سے نعمت کامل ہوتی ہے (اور ان میں سے اگر کوئی امر مفقود ہو تو نعمت کے کمال میں نقص آجاتا ہے) کیونکہ انسانی طبیعت مجنونہ سے مباشرت کرنے سے نفرت کرتی ہے، اور نابالغ لڑکی میں جنسی رغبت کم ہوتی ہے، اس لئے مرد کی رغبت بھی اس کی طرف کم ہوتی ہے۔ اور باندی منکوحہ میں رغبت اس لئے کم ہوتی ہے کہ اولاد کے غلام ہونے کا خوف ہے (اس لئے کہ باندی منکوحہ سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ آقا کی مملوک ہوگی، اور کافرہ کی طرف رغبت اس لئے نہیں ہے کہ) دین کے اختلاف کے ساتھ آپس میں محبت نہیں ہوتی۔ کافرہ عورت کے بارے میں امام ابویوسفؒ ہم سے اختلاف کرتے ہیں (ان کے نزدیک منکوحہ کافرہ سے مباشرت کرنے سے آدمی محصن ہوجائے گا)۔ ہماری بیان کردہ دلیل (کہ دینی اختلاف کی وجہ سے آپس میں محبت نہیں ہوتی) ان پر حجت ہے۔ دوسری

دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے[1] کہ مسلمان کو یہودی اور نصرانی عورت محصن نہیں بنا سکتی، اسی طرح آزاد کو باندی اور آزاد عورت کو غلام محصن نہیں بنا سکتا۔

مسئلہ : علامہ قدوری نے فرمایا: کہ محصن زانی کی سزا میں رجم اور کوڑوں کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو جمع نہیں کیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ رجم کے ساتھ کوڑے مارنے کا کوئی فائدہ نہیں، اس لئے کہ دوسرے کو عبرت دلانا رجم سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ انتہائی درجہ کی سزا ہے، اور زانی کو عبرت اس کے ہلاک ہونے کے بعد حاصل نہیں ہو سکتی (خواہ رجم سے پہلے کوڑے مارے جائیں کہ اس کے بعد رجم ہو کر مرجائے گا، اور اس صورت میں زانی کو عبرت دلانا مقصود نہیں ہے، بلکہ دوسروں کو عبرت دلانا مقصود ہے جو کہ رجم سے حاصل ہو گئی)۔

مسئلہ : علامہ قدوری نے فرمایا: کہ کنوارے زانی کی سزا میں کوڑوں اور جلا وطنی کو جمع نہیں کیا جائے گا۔ (یعنی اسے کوڑے مارنے کے بعد ایک سال کے لئے ملک سے باہر نہیں بھیجا جائے گا صرف کوڑے مارے جائیں گے) مصنف نے فرمایا: امام شافعی دونوں سزاؤں کو بطور حد جمع کرتے ہیں (کہ دونوں سزاؤں سے حد پوری ہوگی) اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ کنوارے مرد کو کنواری عورت کے ساتھ زنا کی وجہ سے سو کوڑے لگائے جائیں اور ایک سال کے لئے جلا وطن کیا جائے

---

[1] حضرت کعب بن مالکؓ نے یہودیہ سے نکاح کا ارادہ کیا، تو آپ نے فرمایا کہ اس سے شادی نہ کرو کہ وہ تمہیں محصن نہیں بنائے گی۔ امام محمدؒ نے اصل میں فرمایا کہ محصنہ عورت سے جب مسلم مرد مباشرت کرے تو وہ محصن ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ ہمیں عامر اور ابراہیم نخعی سے پہنچا ہے (عینی)

(مسلم)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جلاوطنی کی سزا سے زنا کاری کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ (اس صورت میں) شناسائی کم ہوتی ہے (اور شناسائی، بے تکلفی و رفاقت کی وجہ سے زنا ہوتا ہے، اور جب جلاوطن کر دیا جائے گا تو اس سے شناسائی ختم ہو جائے گی اور پردیس میں سہولتیں معدوم ہونے کی وجہ سے شناسائی پیدا نہیں ہو سکتی) ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا: کوڑے مارو (النور: ۲) اس میں اللہ پاک نے سزائے واجبی کی کل جزاء کوڑوں کو قرار دیا ہے (اس لئے کہ) حرف فاء کے معنی کی طرف رجوع کرتے ہوئے (یہی مطلب حاصل ہوتا ہے، کیونکہ فاء جزاء پر داخل ہوتا ہے۔ جب شرط کے بعد جزاء کو فاء کے ساتھ ذکر کیا جائے تو یہ اس پر دلالت ہے کہ اس شرط کے لئے صرف یہی جزاء ہے جیسے کسی نے کہا: ان دخلت الدار فانت طالق۔ اس صورت میں دخول دار کے بعد صرف ایک طلاق واقع ہوگی۔ اس لئے کہ وہی مذکور ہے اسی طرح یہاں بھی زنا کے بعد کوڑوں کا تذکرہ فاء کے ساتھ ہے) یا اس طرف رجوع کرتے ہوئے کہ سزا کامل طور پر مذکور ہے[لہ] (کہ سزا کا بیان ہے اور اس وقت جو مطلوب ہوتا ہے وہی مذکور ہوتا ہے اور جسے ذکر نہ کیا جائے وہ مقصود میں داخل نہیں ہوتا۔ معلوم ہوا کہ قرآن سے صرف کوڑے ثابت ہیں اگر حدیث سے جلاوطنی کا اضافہ کریں تو قرآن کا نسخ لازم آئے گا اور حدیث سے قرآن کا نسخ جائز نہیں ہے)۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جلاوطنی کی صورت میں زنا کے دروازے کو کھولنا ہے، اس لئے کہ (پردیس میں) اہلِ

لہ مصنف علام یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ آیت زنا کی سزا بیان کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے اور سزا کو فاء کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، ایسے موقع پر جتنا بیان کیا جائے وہی کافی اور اصل ہوتا ہے یعنی یہ بیان ضرورت ہے اگر حدیث کو آیت کی تفسیر بنائیں تو وہ بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ آیت مجمل نہیں ہے پس حدیث سے زیادتی کرنا نسخ ہوگا اور یہ جائز نہیں۔

خاندان سے شرم وحیا کا پہلو معدوم ہوجائے گا (اور شرم وحیا زنا سے بچانے کا ذریعہ[1]
ہیں) تیسری وجہ یہ ہے کہ (اگر عورت کو جلا وطن کریں گے تو اس کے لئے) اس میں زندگی
کی بقا کے تمام ذرائع مسدود ہو جاتے ہیں۔ (اہل خاندان نہ ہونے کی وجہ سے طعام
لباس اور مکان کے لئے وہ دوسروں کی محتاج ہوگی، اور اس کے حصول کے لئے)
بسا اوقات وہ عصمت فروشی کو ذریعہ بنالے گی، اور یہ زنا کاری کے طریقوں میں
سب سے بدترین صورت ہے، اور اسی وجہ سے حضرت علیؓ کے قول کو ترجیح حاصل ہوتی
ہے کہ: جلا وطن کرنا فتنہ برپا کرنے کے لئے کافی ہے (رواہ محمد فی الآثار یعنی عورت
کے جلاوطن کرنے میں فتنہ ہی فتنہ ہے۔ امام شافعیؒ نے جو حدیث پیش کی، اس کا یہ
جواب ہے کہ) حدیث منسوخ ہے، جیسا کہ اس حدیث کا دوسرا نصف حصہ منسوخ ہے
یعنی اگر شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو ان کی سزا سو کوڑے
اور پتھروں سے رجم کرنا ہے (حازمی اور منذری نے اسی کو اختیار کیا، اور نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے فعل سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ان دونوں کو
جمع نہیں کیا) اور حدیث کے نسخ کے طریقہ کو اپنے مقام پر (یعنی تفاسیر کی کتابوں
اور کتاب الناسخ والمنسوخ میں) تفصیل سے بیان کر دیا گیا۔ (ثابت ہوا کہ جلاوطنی
حد نہیں ہے)۔

مسئلہ: لیکن اگر امام کی رائے میں ایسا کرنے میں کوئی مصلحت مضمر ہے
تو وہ اپنی صوابدید کے مطابق جلاوطنی کا حکم صادر کر سکتا ہے۔ مصنف نے فرمایا کہ
یہ سزا بطور تعزیر وسیاست کے ہوگی کیونکہ شہر بدر کرنا بعض حالتوں میں مفید ہوتا

---

[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہو کرو۔ مثل مشہور ہے "تو بے حیا باش و
ہرچہ خواہی کنی" تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔

ہے، تو یہ امام کی رائے پر موقوف رہے گا۔ اور صحابہ کرامؓ سے جو جلا وطنی منقول ہے[1] اسے اسی پر محمول کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر مریض نے زنا کیا اور رجم کا مستحق ہوا تو رجم کیا جائے گا۔ مصنفؒ نے فرمایا: اس لئے کہ وہ ہلاکت کا مستحق ہو گیا تو مرض اس میں مانع نہیں ہو گا۔ اور اگر وہ کوڑوں کا مستحق ہے تو جب تک وہ اچھا نہ ہو جائے اس کے کوڑے نہیں مارے جائیں گے۔ تاکہ کوڑوں سے ہلاکت تک نہ پہنچ جائے۔ اسی مصلحت کے پیش نظر شدت گرمی و سردی میں چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جاتا۔

مسئلہ: اگر حاملہ نے زنا کیا تو وضع حمل (بچہ کی پیدائش) تک حد جاری نہیں کی جائے گی۔ مصنف نے فرمایا: تاکہ یہ حد بچہ کی ہلاکت کا سبب نہ بن جائے حالانکہ وہ ایک محترم جان ہے (یعنی اس کا خون حرام ہے)۔

مسئلہ: اگر حاملہ کی حد کوڑے ہوں تو اسے کوڑے نہیں مارے جائیں گے یہاں تک کہ وہ نفاس (یعنی دم ولادت) سے پاک ہو جائے۔ مصنف نے فرمایا: یعنی نفاس سے باہر آ جائے، اس لئے کہ نفاس بھی ایک مرض ہے اس لئے صحت کے زمانہ تک حد کو مؤخر کیا جائے گا۔ رجم کی نوعیت اس سے مختلف ہے (کہ اس میں نفاس سے پاک ہونے تک تاخیر نہیں کی جاتی) اس لئے کہ تاخیر صرف بچہ کی وجہ سے تھی اور وہ پیدا ہو چکا۔ امام ابو حنیفہؒ سے مروی ہے کہ رجم میں بھی تاخیر کی جائے گی یہاں تک کہ بچہ کو اس کی پرورش کی حاجت نہ رہے (یعنی جب تک خود کھانے پینے کے قابل

---

[1] ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے درے مارے اور شہر بدر کیا، اسی طرح ابوبکرؓ و عمرؓ نے کیا۔ (ترمذی)

نہ ہوجائے) بشرطیکہ کوئی دوسرا شخص اس کی تربیت کا کفیل نہ ہو، کیونکہ اتنی تاخیر کرنے سے بچہ کو ہلاک ہونے سے بچانا ہے۔ نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ غامدیہ عورت جب وضع حمل کے بعد آپ کے پاس آئی تو آپ نے فرمایا کہ ابھی واپس چلی جا یہاں تک کہ تیرا بچہ تجھ سے مستغنی ہو جائے۔ حاملہ عورت کو قید کیا جائے گا یہاں تک کہ وضع حمل ہو، بشرطیکہ حد گواہی سے ثابت ہوئی ہو، تاکہ وہ بھاگ نہ جائے۔ اقرار کی صورت میں قید نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ اقرار سے رجوع کرنا (حد ساقط کرنے میں) مفید ہے، پس قید کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

باب الوطئ الذی یوجب الحد والذی لا یوجبہ

اس مباشرت کا بیان جو حد کو واجب کرتی ہے اور جو حد کو واجب نہیں کرتی

مصنف نے فرمایا کہ حد کو واجب کرنے والی مباشرت زنا ہے اور زنا کے معنی شریعت کی اصطلاح اور لغت میں یہ ہیں کہ، مرد اجنبیہ عورت کی فرج (شرمگاہ) میں مباشرت کرے۔ حالانکہ اس میں ملک اور شبہ ملک نہیں ہے۔ (شبہ کے انتفاء کا اعتبار) اس لئے ہے کہ وہ (زنا) ممنوع فعل ہے اور یہ کامل حرام اس وقت ہو گا جبکہ عورت ملک (نکاح و یمین) اور ان (دونوں) کے شبہ سے خالی ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول اس کی تائید کرتا ہے کہ: شبہات کی بنا پر حدو
کو دور کرو[1]۔ پھر شبہ دو قسم کا ہوتا ہے ۱ فعل میں شبہ اور اس کو شبہ اشتباہ کہ
ہیں (یعنی یہ اس کے حق میں شبہ ہے جس پر اشتباہ ہو جائے، اور جس پر اشتبا
نہ ہو اس کے لئے شبہ نہیں ہے۔ جیسے رات کی تاریکی میں کسی عورت کو زوجہ خیا
کرتے ہوئے مباشرت کرلی) ۲ محل میں شبہ اور اسے شبہ حکمیہ بھی کہا جاتا
ہے (شبہ ملک بھی کہتے ہیں۔ مثلاً زوجہ کو طلاق بائنہ دے کر عدت میں اس سے مباشر
کرلی، یا اپنے لڑکے کی باندی سے مباشرت کرلی)۔ پہلا شبہ (یعنی شبہ فی الفعل) اس کے
حق میں ثابت ہوگا جو اشتباہ اور شک میں مبتلا ہو جائے، کیونکہ اس کا مطلب یہی ہے
کہ وہ ایسی چیز کو دلیل گمان کرے جو دلیل نہیں ہے، اور اشتباہ کے تحقق کے لئے ضر
ہے کہ گمان پایا جائے (یعنی اسے شبہ کی بنا پر حلال ہونے کا گمان ہو)۔ اور دوسر
قسم کے شبہ (یعنی شبہ فی المحل، شبہ حکمی) کا تحقق اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ کوئی ا
دلیل موجود ہو جو فی ذاتہ حرمت کی نفی کر رہی ہو (مثلاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا
قول انت و مالك لابيك یعنی تو اور تیرا مال باپ کے لئے ہے، اس کی وجہ سے
باپ نے اپنے بیٹے کی باندی سے مباشرت کی کہ حدیث کی رو سے یہ میری باندی ہے
اس شبہ کا تحقق جنایت کرنے والے کے گمان اور اعتقاد پر موقوف نہیں ہے (یہ معلوم
ہوتے ہوئے کہ یہ عورت مجھ پر حرام ہے لیکن دلیل کی وجہ سے مباشرت کرلی تو شبہ حکم
متحقق ہوگیا، اور حد جاری نہیں ہوگی۔ ان دونوں شبہوں کے احکام یہ ہیں کہ) حد

---

[1] ابراہیم نخعیؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: شبہات کی بنا پر حدود کو معطل کردو
شبہات کی بنا پر قائم کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ونوں قسم کے شبہ سے ساقط ہو جاتی ہے، اس لئے کہ حدیث (شبہات کی بنا پر حدود
ور کرو) مطلق ہے (اس میں کسی خاص شبہ کی تخصیص نہیں ہے) اور نسب دوسرے
سم کے شبہ (حکمی) میں ثابت ہوگا بشرطیکہ جنایت کرنے والا بچّہ کا دعویٰ کرے۔
پہلے شبہ (فعلی) میں نسب ثابت نہیں ہوگا اگرچہ اس کا دعویٰ کرے، اس لئے کہ پہلے
شبہ) میں مباشرت کا فعل خالص زنا ہے، البتہ حد اس لئے ساقط ہو جاتی ہے کہ
س نے ایسی چیز کا دعویٰ کیا ہے جو اس کی طرف راجع ہے، یعنی یہ کہا کہ یہ امر مجھ پر
شتبہ ہو گیا۔ اور دوسرے (شبہ) میں فعل خالص زنا نہیں ہے۔ شبہ فعل آٹھ صورتوں
یں پایا جاتا ہے۔ باپ[1] (دادا) کی باندی، ماں[2] (نانی) کی باندی، اپنی[3] بیوی کی باندی،
ہ[4] بیوی جسے تین طلاقیں دے دیں اور وہ عدت میں ہے، وہ[5] بیوی جسے مال کے بدلے
یں طلاق بائنہ دی اور وہ عدت میں ہے، ام[6] ولد جسے اس کے آقا نے آزاد کر دیا اور
ہ عدت میں ہے، آقا[7] کی باندی غلام کے حق میں، رہن[8] رکھی ہوئی باندی رہن رکھنے
الے (دائن کے) حق میں کتاب الحدود کی روایت کے مطابق ان مذکورہ صورتوں
یں (سے پہلی اور دوسری صورت میں بیٹے نے۔ تیسری، چوتھی و پانچویں صورت میں
شوہر نے، چھٹی صورت میں آقا نے، ساتویں صورت میں غلام نے اور آٹھویں
صورت میں دائن یعنی قرض دینے والے نے وطی کی اور) کہا کہ میں نے اپنے لئے
حلال ہونے کا گمان کیا تو حد جاری نہیں ہوگی (اس لئے کہ آدمی ان مذکورہ بالا کے
ال سے اپنے مال کی طرح فائدہ اٹھاتا ہے) اور اگر کہا کہ میں جانتا تھا کہ یہ مجھ پر

عدت میں نفقہ اور سکنی باقی ہونے کی وجہ سے شبہ آگیا۔ اور ام ولد (وہ باندی جس سے آقا کا بچہ ہو) کی
ت استبراء رحم کا زمانہ ہے۔

حرام ہے تو حد واجب ہو گی۔ شبہ محلی (شبہ حکمی) چھ صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ اپنے بیٹے کی باندی، وہ مطلقہ جسے کنایات سے طلاق بائنہ دی (اور وہ عدت میں ہے) فروخت کی ہوئی باندی فروخت کرنے والے حق میں (مشتری کو) حوالہ کرنے سے پہلے، مہر میں مقرر کی ہوئی باندی شوہر کے حق میں، وطی کرنے والے اور دوسرے کے درمیان مشترکہ باندی، رہن رکھی ہوئی باندی رہن رکھنے والے کے حق میں کتاب الرہن کی روایت کے مطابق۔ پس ان تمام مواضع میں حد واجب نہیں ہو گی اگرچہ وہ یہ کہے کہ: میں جانتا ہوں کہ یہ مجھ پر حرام ہے۔ پھر شبہ (کی ایک اور قسم) امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک (یہ ہے جو) عقد سے ثابت ہوتا ہے، اگرچہ (علماء کے نزدیک) بالاتفاق عقد حرام ہو (یا حلال ہو یا مختلف فیہ) اور وطی کرنے والا اس کی حرمت کو جاننے والا ہو (یا نہ جاننے والا ہو) اور بقیہ حضرات کے نزدیک یہ شبہ ثابت نہیں ہو گا جبکہ وطی کرنے والا حرمت عقد کو جانتا ہو۔ اس کا ثمرہ اختلاف محارم کے نکاح میں ظاہر ہو گا، انشاء اللہ اس کی تفصیل آئندہ اوراق میں آپ کے سامنے آجائے گی۔ جب

---

[1] ان چھ صورتوں میں شبہ کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی صورت میں شبہ حدیث انت ومالك لابيك دوسری صورت میں شبہ صحابہ کرامؓ کے اختلاف کی وجہ سے کہ یہ طلاق بائنہ ہے یا رجعی، تیسری صورت میں شبہ بائع کو سابقہ ملکیت کی وجہ سے، چوتھی صورت میں بھی شبہ شوہر کو سابقہ ملکیت کی وجہ سے، پانچویں صورت میں شبہ بعض ملکیت کی وجہ سے اور چھٹی صورت میں شبہ مرتہن کو اپنے قرض کے حق کی وجہ سے پیدا ہوا۔ رہن کی یہ صورت ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے پاس اپنی باندی رہن میں رکھ کر قرض لیا، تو قرض دینے والا مرتہن اور قرض لینے والا راہن ہوا اور مرتہن نے اس مرہونہ باندی سے وطی کی کہ یہ میری رقم کے مقابلہ میں ہے، گویا کہ میری ملکیت ہے۔ چوتھی اور پانچویں صورت میں سابقہ ملکیت ہے، لیکن عقد بیع یا مہر کی وجہ سے ملکیت زوال کے درجے میں آگئی اور چھٹی صورت میں اپنی ملکیت کا بدل ہے لیکن عقد معاوضہ نہ ہونے کی وجہ سے ملکیت ثابت نہیں ہوئی۔

ہم نے شبہ کی دونوں قسموں کو جان لیا (تو اب ہم ان مسائل کا تذکرہ کرتے ہیں جو اس پر متفرع ہیں)۔

مسئلہ: جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں، پھر اس سے عدت میں وطی کی اور کہا کہ میں جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے، تو حد لگائی جائے گی۔ مصنفؒ فرماتے ہیں: کیونکہ حلال کرنے والی ملکیت پوری طرح زائل ہو چکی تو شبہ قطعاً معدوم ہوگا، نیز قرآن نے بھی حلت کے انتفار کو واضح بیان کیا ہے[1]۔ اور اس پر اجماع بھی منعقد ہے (زیدیہ کے نزدیک ایک ساتھ تین طلاقیں ایک طلاق ہے اور امامیہ کے نزدیک یہ کچھ بھی نہیں، تو یہ کیسے اجماع ہوا؟ مصنف نے جواب دیا کہ) اس میں مخالف کے قول کا اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ وہ خلاف ہے اختلاف نہیں ہے (اختلاف میں طریقے مختلف ہوتے ہیں اور مقصد ایک ہوتا ہے، اور خلاف میں دونوں مختلف ہوتے ہیں۔ عنایہ) اور (اس مسئلہ میں) اگر اس نے کہا کہ: میں نے یہ گمان کیا تھا کہ یہ میرے لئے حلال ہے، تو حد جاری نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ گمان اپنے موقع پر ہے، کیونکہ ملکیت کا اثر نسب اور (گھر سے باہر نکلنے سے) روکنے اور نفقہ کے حق میں قائم ہے (اس اثر کی بنا پر شبہ ملکیت ہے) پس حد ساقط کرنے میں اس کے گمان کا اعتبار کیا جائے گا۔ ام ولد کو اگر آقا آزاد کر دے، اور خلع لینے والی عورت اور مال کے عوض طلاق والی عورت (عدت میں آقا یا شوہر ان سے وطی کرے تو ان تینوں کا حکم) تین طلاق والی عورت کی طرح ہے (اگر حلال ہونے کا گمان کیا تو حد ساقط ہوگی ورنہ

---

[1] قال اللہ تعالیٰ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ (البقرہ ۲۳۰)
یعنی پس اگر (تیسری) طلاق اسے دے دی تو اس کے بعد اس (شوہر) کے لئے حلال نہیں ہے یہاں تک کہ عورت اس کے علاوہ دوسرے زوج سے نکاح کرے۔

نہیں) اس لئے کہ بالاجماع (ان تینوں میں) حرمت ثابت ہے (تو حرام ہونے کے علم کی بنا پر حد جاری ہوگی) اور عدت میں بعض (نسب، نفقہ اور حبس کے حق کی وجہ سے ملکیت کے) آثار قائم ہیں (اس لئے حلال ہونے کے گمان پر حد ساقط ہوگی۔ مندرجہ بالا مثالیں شبہ فعلی کی تھیں)۔

مسئلہ: اگر شوہر نے بیوی سے کہا کہ: "تو خلیہ ہے" یا "تو بریہ ہے" یا "تیرا معاملہ تیرے اپنے اختیار میں ہے" اور عورت نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا، پھر شوہر نے اس عدت میں وطی کی، اور کہا کہ: میں جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو حد جاری نہیں کی جائے گی۔ مصنف فرماتے ہیں: اس لئے کہ صحابۂ کرامؓ کا اس میں اختلاف ہے حضرت عمرؓ کے مذہب میں الفاظ کنایہ سے طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ اور یہی جواب (یعنی حرام ہونے کے علم کے باوجود حد ساقط ہوگی) تمام الفاظ کنایہ کا ہے، اور یہی حکم طلاق کنایہ میں تین طلاق کی نیت کرنے کی صورت میں ہے، کیونکہ اس کے ساتھ صحابہ کا اختلاف قائم ہے (بعض کے نزدیک تین کی نیت معتبر ہے اور وہ مغلظہ ہو جائے گی، اور بعض کے نزدیک معتبر نہیں ہے)۔

مسئلہ: اس شخص پر حد جاری نہ ہوگی جس نے اپنے بیٹے یا پوتے کی باندی سے وطی کی اگرچہ وہ کہے کہ میں جانتا تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے۔ مصنف فرماتے ہیں: اس لئے کہ شبہ حکمی ہے کیونکہ یہ دلیل سے پیدا ہوا ہے، جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول انت ومالك لابيك ہے (حدیث سے باپ کے لئے حکم ثابت ہے اور دادا کے لئے مصنف نے فرمایا کہ) اور دادا کے حق میں بھی حق پدری موجود ہے۔ (اس صورت میں) بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور اس کے ذمہ باندی

کی قیمت ہوگی (اس لئے کہ وہ باندی اب بیٹا استعمال نہیں کر سکتا، اور قیمت اس لئے کہ اس نے بیٹے کا نقصان کر دیا) اور ہم نے اسے (باب نکاح الرقیق میں) ذکر کر دیا۔ (مندرجہ بالا مثالیں شبہ حکمی کی تھیں۔ اب چند مسائل شبہ فعلی کے ذکر کرتے ہیں)۔

مسئلہ: اگر اپنے باپ، ماں یا زوجہ کی باندی سے وطی کی، اور کہا کہ میرا گمان اس کے حلال ہونے کا تھا، تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی اور نہ ہی اس کے قاذف (تہمت لگانے والے) پر حد جاری کی جائے گی۔ اور اگر اس نے کہا، کہ مجھے معلوم تھا کہ یہ مجھ پر حرام ہے تو حد جاری کی جائے گی، اور یہی حکم غلام کا ہے جب وہ اپنے آقا کی باندی سے وطی کرے (کہ حلال ہونے کے گمان پر حد نہیں ہوگی ورنہ ہوگی)۔ مصنفؒ فرماتے ہیں: اس لئے کہ ان کے درمیان چیزوں سے فائدہ اٹھانے میں باہم انبساط ہوتا ہے (بیٹا اپنے ماں باپ کی چیزیں، اسی طرح شوہر اپنی بیوی کی چیزیں اور غلام اپنے آقا کی چیزیں استعمال کرتا ہے) بس اس کا گمان (باندی سے) فائدہ اٹھانے کے حلال ہونے میں محتمل ہے، تو یہ شبہ اشتباہ ہوا۔ (اس لئے حد ساقط ہوگی سوال ہوا کہ قاذف سے کیوں حد ساقط ہوتی ہے حالانکہ زانی سے عدم ثبوت کی بنا پر حد ساقط ہو گئی؟ اس کا جواب دیا کہ) مگر حقیقت میں یہ زنا ہے، پس اس کے قاذف پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔ اور یہی حکم ظاہر روایت کے مطابق اس وقت ہے کہ اگر باندی نے کہا: کہ میں نے اس کے حلال ہونے کا گمان کیا اور مرد نے حلال ہونے کا دعویٰ نہیں کیا (اور حرام ہونے کا بھی دعوی نہیں کیا) اس لئے کہ فعل ایک ہے (یعنی باندی سے شبہ کی بنا پر حد ساقط ہوگی کہ اس نے حلال ہونے کا گمان

کیا، اور مرد نے اگرچہ اس گمان کا دعوی نہیں کیا لیکن فعل ایک ہے جو دونوں سے قائم ہوا تھا، اور ایک پر حد جاری نہیں ہوئی تو دوسرے پر بھی حد جاری نہیں ہو گی)۔

مسئلہ: اور اگر اپنے بھائی یا چچا کی باندی سے وطی کی، اور کہا کہ میں نے اپنے لئے حلال ہونے کا گمان کیا تو حد جاری کی جائے گی۔ مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ ان (بھائیوں اور چچا بھتیجے) کے درمیان مال کے استعمال میں کوئی انبساط نہیں ہوتا (پس کسی قسم کا شبہ نہیں ہوا) اور یہی حکم اولاد کے سوا تمام محارم (ماموں اور خالہ کی باندی) کا ہے، اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کی (کہ ان کے درمیان کوئی انبساط نہیں ہوتا)۔

مسئلہ: اگر مرد کے پاس (نکاح کے بعد شب زفاف میں) اس کی بیوی کے علاوہ دوسری عورت بھیج دی گئی اور عورتوں نے کہا کہ یہ تیری بیوی ہے، اس نے اس عورت سے وطی کی، تو اس پر حد نہیں آئے گی اور اس کے ذمہ مہر لازم ہو گا۔ مصنف نے فرمایا: حضرت علیؓ نے ایسا ہی فیصلہ کیا تھا اور عدت گذارنے کا بھی فیصلہ کیا تھا اور دوسری وجہ (جو کہ شبہ حکمی ہے) یہ ہے کہ اس نے دلیل پر اعتماد کیا، جو کہ اشتباہ کے موقع پر خبر دینا ہے، کیونکہ انسان بالکل ابتدائی ملاقات میں اپنی بیوی اور غیر عورت میں تمیز نہیں کر سکتا (یہ موقعِ اشتباہ ہوا اور عورتوں کی خبر ایسے موقع پر معتبر ہے، پس یہ مرد کے لئے دلیل ہے) پس وہ دھوکہ دیئے ہوئے شخص کی طرح ہو گیا (اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کسی عورت سے نکاح یا ملکِ یمین کے بعد جماع کیا، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کسی دوسرے کی منکوحہ یا مملوکہ ہے، تو اس پر حد واجب نہیں ہو گی، اس لئے کہ اسے اشتباہ ہو گیا، اسی طرح مذکورہ مسئلہ

ہیں آدمی کی مثال ہے) اور اس پر تہمت لگانے والے کو حد نہیں ماری جائے گی، کیونکہ ملکیت حقیقتاً معدوم ہے (تو اس کا فعل زنا ہوا اور تہمت لگانے والا سچا ہوا) مگر امام ابویوسفؒ کی ایک روایت کے مطابق قاذف (تہمت لگانے والے کو حد ماری جائے گی (اس لئے کہ اس کی شرافت اس فعل سے ساقط نہیں ہوئی، کیونکہ احکام کا مدار ظاہر پر ہوتا ہے، اور ابن نے ظاہر پر اعتماد کیا ہے، تو ظاہر کے اعتبار سے یہ جماع اس کے لئے حلال ہوگا اور قاذف جھوٹا ہوگا)۔

مسئلہ: کسی نے اپنے بستر پر عورت کو پایا اور اس سے وطی کی، تو اس پر حد واجب ہوگی۔ مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ اپنی بیوی کے ساتھ طویل عرصہ رہنے کے بعد (اپنی بیوی اور غیر عورت کے درمیان تمیز کے بارے میں) کوئی اشتباہ نہیں ہوتا پس گمان کا انحصار دلیل پر نہیں ہوگا (اشتباہ نہ ہونے کی وجہ:) اس لئے کہ بیوی کے بستر پر بیوی کے علاوہ گھر کی محارم بھی کبھی کبھی سو جاتی ہیں (پس بیوی کے بستر پر کسی دوسری عورت کا سونا کوئی دلیل شرعی نہیں ہے) اور اسی طرح نابینا کا حکم ہے (کہ اگر وہ اپنے بستر پر کوئی دوسری عورت پائے، اور اس سے وطی کرے تو حد واجب ہوگی) اس لئے کہ سوال وغیرہ کے ذریعہ تمیز کرنا ممکن ہے۔ البتہ اگر نابینا شخص اپنی بیوی کو بلائے اور اجنبی عورت جواب دے اور کہے کہ میں تیری بیوی ہوں[1]، اور یہ اس سے وطی کرے (تو حد واجب نہیں ہوگی) اس لئے کہ خبر دینا دلیل ہے۔

مسئلہ: اگر کسی مرد نے ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے ساتھ نکاح کرنا شرعاً جائز نہیں تھا، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہوگی۔ مصنف

---

[1] اگر پکار کر جواب دے اور یہ نہ کہے کہ میں تیری بیوی ہوں، تو جماع کی صورت میں حد واجب ہوگی۔

نے فرمایا: لیکن اگر اسے نکاح کی حرمت کا علم تھا تو تعزیر کے طور پر سخت سزا دی جائے گی۔ امام ابویوسفؒ و محمدؒ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر اسے حرمت کا علم تھا تو حد واجب ہوگی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ ایسا عقد ہے جس کا تعلق محل سے نہیں ہے (کیونکہ محرمات اس کے لئے نکاح کا محل نہیں ہیں) تو یہ عقد لغو و بے کار ہو جائے گا (اور اشتباہ وغیرہ کی کوئی دلیل نہیں ہوگی) جیسا کہ اگر عقد نکاح کو مردوں کی طرف منسوب کر دیا جائے (کہ مرد، مرد سے نکاح کرے اور یہ بے کار ہے) اور یہ (یعنی محرمات سے نکاح کا تعلق محل سے اس لئے نہیں ہے کہ) تصرّف کرنے کا محل وہ ہوتا ہے جو اس (تصرّف) کے حکم کو حلال کرنے والا ہو، اور عقدِ نکاح کا حکم (عورت سے وطی کا) حلال ہونا ہے، حالانکہ (مسئلہ مذکورہ میں) یہ عورت محرمات میں سے ہے (پس حلت اس کے حق میں معدوم ہے، اور جب نکاح ہی ثابت نہ ہو سکا تو وہ محل تصرّف نہ رہی اور نکاح بے کار ہو گیا)۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ: نکاح کا تعلق اپنے محل سے ہے، اس لئے کہ تصرّف کا محل وہ چیز ہوتی ہے جو اس (تصرّف) کے مقصد کو قبول کر سکے۔ اور اولاد آدم میں سے سب عورتیں توالد و تناسل کے قابل ہیں، اور (نکاح کا) یہی مقصد ہے، تو مناسب ہوا کہ یہ نکاح اپنے تمام احکام میں منعقد ہو جائے، مگر (شرعی تحریم کی وجہ سے) وہ حلت کا حقیقی فائدہ پہنچانے سے قاصر ہے، پس اس نے شبہ پیدا کر دیا، کیونکہ شبہ وہ ہوتا ہے جو کسی ثابت شدہ چیز کے مشابہ ہو، نفس ثابت شدہ چیز کو شبہ نہیں کہتے (اور یہاں بھی نکاح جب اپنے تمام مقاصد دینے سے قاصر ہے تو ثابت نہیں ہوا لیکن ثابت کے مشابہ ہو گیا، اور اس شبہ کی بنا پر حد ساقط ہو جائے گی) مگر (تعزیر اس لئے ہوگی کہ) اس نے ایک بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے، اور اس میں

کوئی حد مقرر نہیں ہے، بس تعزیر کے طور پر سزا دی جائے گی۔

مسئلہ: اگر کسی مرد نے اجنبی عورت کے ساتھ شرمگاہ (کے اگلے اور پچھلے راستہ) کے علاوہ کسی اور جگہ (رانوں وغیرہ میں) وطی کی تو اسے تعزیر کے طور پر سزا دی جائے گی۔ مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ یہ ممنوع فعل ہے اور اس میں کوئی مقررہ سزا نہیں ہے۔ (اس لئے حد واجب نہیں ہوگی، اور ممنوع ہونے کی وجہ سے تعزیر ہوگی)۔

مسئلہ: جس شخص نے اجنبی عورت کے ساتھ مکروہ جگہ (مقعد یعنی پچھلے راستہ) میں وطی کی یا (دو مرد نے آپس میں) قوم لوط والا عمل کیا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس پر حد واجب نہیں ہوگی اور تعزیراً سزا دی جائے گی۔ اور امام محمدؒ نے جامع صغیر میں (امام صاحب سے نقل کرتے ہوئے) فرمایا کہ اسے جیل میں ڈالا جائے گا (یہاں تک کہ توبہ کرے یا مر جائے) اور صاحبین فرماتے ہیں کہ یہ بھی زنا کی طرح ہے تو حد جاری کی جائے گی۔ مصنفؒ نے فرمایا: امام شافعیؒ کے اقوال میں سے یہ بھی ایک قول ہے، اور امام شافعیؒ نے دوسرے قول میں فرمایا کہ ہر حال میں دونوں کو قتل کیا جائے گا۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کرو[1]۔ اور یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ اوپر والے (فاعل) اور نیچے والے (مفعول) کو سنگسار کرو[2]۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ دونوں کام (یعنی عورت کے ساتھ موضع مکروہ میں وطی کرنا یا لڑکے کے ساتھ لواطت کرنا) معنوی لحاظ

---

[1] اس حدیث کو ابن عباسؓ کی روایت سے ابوداؤد و ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔
[2] حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت سے اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

سے زنا ہیں۔ اس لئے کہ لواطت اس کا نام ہے کہ اپنی شہوت کو کامل خواہش والی جگہ میں پانی (منی) بہانے کے ارادہ سے خالص حرام طریق پر پورا کرنا (زنا میں بھی یہی معنی پائے جاتے ہیں تو دلالۃً لواطت کو اس سے ملحق کر دیا جائے گا)۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ یہ زنا نہیں ہے، کیونکہ اس کی سزا میں صحابۂ کرامؓ کا اختلاف ہے کہ اسے آگ میں جلایا جائے، یا اس پر دیوار گرائی جائے، یا اسے بلند مقام سے اوندھے منہ گرا دیا جائے اور ساتھ ہی اوپر سے پتھر برسائے جائیں وغیرہ۔ اگر لواطت زنا ہی ہوتی تو صحابۂ کرامؓ میں اس کی سزا کے بارے میں کوئی اختلاف نہ ہوتا کیونکہ اس کی سزا مقرر ہے اور حد زنا میں صحابۂ کرامؓ کا کوئی اختلاف نہیں ہے اور لواطت زنا کے معنی میں بھی نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں بچہ کو ضائع کرنا اور نسب کا اشتباہ نہیں ہے (کہ اس فعل کی وجہ سے بچہ پیدا نہیں ہوتا اور زنا میں بچہ پیدا ہوتا ہے، جو تعلیم و تربیت نہ ہونے کی وجہ سے معنیً ضائع ہوتا ہے، اور نسب مشتبہ ہو جاتا ہے، اور جب لواطت زنا کے معنی میں بھی نہیں ہوئی تو دلالۃً اس پر زنا کے احکام جاری نہیں ہوں گے، اور قیاس کے ذریعہ ثابت نہیں کر سکتے کیونکہ شبہ ہونے کی وجہ سے قیاس سے حدود ثابت نہیں ہوتیں) اور اسی طرح یہ فعل زنا کی نسبت (طبیعت سلیمہ کے موافق) قلیل الوقوع ہے، اس لئے کہ کسی ایک (یعنی مفعول کی) جانب سے ہیجان نہیں ہے۔ جبکہ زنا میں دونوں جانب سے ہیجان ہوتا ہے اور (امام شافعیؒ کا یہ جواب ہے کہ) انہوں نے جو روایت کی ہے وہ سیاست (حاکم کی

سلہ واقدی نے کتاب الردۃ میں روایت کی کہ حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولید کی طرف جلانے کا حکم لکھ کر بھیجا۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں روایت کی کہ ابن عباسؓ نے بلند مقام سے اوندھا کر کے نیچے پھینکنے کا حکم دیا۔ بعض نے یہ کہا کہ بدبودار مقام میں قید کیا جائے، یہاں تک کہ وہ مر جائیں۔

صوابدید) پر یا اس فعل کو حلال سمجھنے والے (کی تاویل پر) محمول ہے۔ البتہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس فعل کی وجہ سے اسے سزا دی جائے گی ہماری بیان کی ہوئی وجہ سے (کہ یہ بڑا جرم ہے اور اس میں کوئی مقررہ سزا نہیں ہے)۔

مسئلہ: جس شخص نے جانور سے وطی کی تو اس پر کوئی حد واجب نہیں ہے۔ مصنفؒ نے فرمایا: اس لئے کہ جرم اور جذبات کے لحاظ سے یہ فعل زنا کے معنی میں نہیں ہے، کیونکہ طبع سلیم اس سے نفرت کرتی ہے اور اس فعل کا باعث انتہائی درجہ کی کمینگی یا شدّت شہوت ہے' اور اسی وجہ سے مادہ جانور کا ستر ڈھانکنا واجب نہیں ہے، البتہ اس پر تعزیر واجب ہوگی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے (کہ یہ ممنوع فعل ہے اور اس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے) اور جس نے یہ روایت کی ہے کہ جانور کو ذبح کر کے جلا دیا جائے، تو یہ حکم اس لئے ہے کہ اس واقعہ کے ساتھ بات کرنا بند ہو جائے (کہ جب زندہ ہوگا اور لوگوں کے سامنے آئے گا تو لوگ اس بارے میں باتیں کریں گے اور دلچسپی لیں گے) اور یہ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: جس شخص نے دار الحرب یا باغیوں کے ملک میں زنا کیا پھر ہماری (مسلمانوں کے ملک کی) طرف آگیا (اور حاکم نے اسے برقرار رکھا) تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔ مصنفؒ نے فرمایا: امام شافعیؒ کے نزدیک حد قائم کی جائے گی؛ اس لئے کہ بحیثیت مسلمان ہونے کے اس نے تمام اسلامی احکام کا التزام اپنے ذمّہ لیا ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو (اور دار الحرب میں وہ شخص مسلمان ہی ہوتا ہے اس لئے اسلامی احکام یہاں بھی اس پر جاری ہوں گے) ہماری دلیل نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے کہ دارالحرب میں حدود قائم نہ کی جائیں[1]
(دارالحرب میں بظاہر حد قائم نہیں ہو سکتی، اس لئے کہ اسلامی حکومت نہیں ہے
تو معلوم ہوا کہ حدیث میں نہی سے مراد وجوب حد کی نفی ہے) دوسری دلیل یہ ہے
کہ (حد قائم کرنے کا) مقصد (مجرم کو ایسے فعل سے) باز رکھنا ہے، اور مسلمانوں
کے حاکم کی ولایت (عمل دخل دارالحرب اور باغیوں کے ملک دونوں میں منقطع ہے
تو حد کا وجوب فائدہ سے خالی ہوگا (کہ حد قائم کر کے انزجار نہیں کر سکتے) اور مسلمانوں
کے ملک میں آنے کے بعد حد قائم نہیں کی جائے گی؛ اس لئے کہ وہ فعل (وقوع
کے وقت) موجب حد نہیں تھا (کہ دارالحرب یا باغیوں کے ملک میں واقع ہوا تھا)
تو اب (دارالاسلام میں آنے کے بعد وہی فعل) موجب حد میں بدل نہیں سکتا۔
اگر ایسے شخص نے جنگ کی جسے خود حد قائم کرنے کا اختیار ہے جیسے خلیفہ اور شہر کا امیر
تو وہ ایسے شخص پر حد قائم کر سکتا ہے جس نے اس کے لشکر گاہ میں زنا کیا ہو[2] (اگرچہ
یہ لشکر گاہ دارالحرب میں ہو) اس لئے کہ وہ (زانی) اس کے ماتحت ہے۔ لشکر اور
دستہ سپاہ کے امیر کا حکم اس کے خلاف ہے؛ اس لئے کہ حد قائم کرنے کا فریضہ
انہیں سونپا نہیں گیا۔

مسئلہ: اگر ایک حربی (کافر) ہمارے (مسلمانوں کے) شہر میں امان
(پاسپورٹ وغیرہ) سے داخل ہوا (جسے مستامن کہتے ہیں) اور اس نے کافرہ عورت

---

[1] حضرت زید بن ثابت سے مرسلاً روایت ہے کہ دارالحرب میں حدود قائم نہ کی جائیں اس ڈر سے کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ مل نہ جائے اور احناف کے نزدیک مرسل حجت ہے۔

[2] اگر لشکر سے نکل کر دارالحرب میں جا کر زنا کیا اور پھر دوبارہ لشکر میں واپس آگیا تو اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔

(ذمیہ) سے زنا کیا یا ذمی کافر نے کافرہ (مستامنہ) سے زنا کیا، تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ذمی (کافر) مرد اور ذمیہ (کافرہ) عورت کو حد ماری جائے گی اور حربی (کافر مرد) اور حربیہ (کافر عورت) کو حد نہیں ماری جائے گی۔ ذمی کے بارے میں امام محمدؒ کا یہی قول ہے۔ یعنی اگر ذمی نے حربیہ سے زنا کیا (تو صرف ذمی کو حد ماری جائے گی۔ جو کافر غیر مسلم حکومت کے تحت رہتے ہیں وہ حربی و حربیہ کہلاتے ہیں اور جو کافر دار الاسلام میں رہتے ہیں وہ ذمی و ذمیہ کہلاتے ہیں۔ حربی اگر دار الاسلام میں اجازت کے ساتھ آتا ہے اسے مستامن کہتے ہیں) اگر حربی نے ذمیہ عورت سے زنا کیا تو امام محمدؒ کے نزدیک دونوں کو حد نہیں ماری جائے گی۔ یہ امام ابو یوسفؒ کا پہلا قول ہے اور امام ابو یوسفؒ نے فرمایا سب (ذمی و حربی مرد و عورت) کو حد ماری جائے گی۔ اور یہ امام ابو یوسفؒ کا دوسرا قول ہے (جو کہ قدوری نے ذکر کیا)۔ مصنفؒ نے فرمایا: امام ابو یوسفؒ کی دلیل یہ ہے کہ مستامن نے ہمارے (مسلمانوں کے) احکام معاملات میں ہمارے شہر میں قیام کرنے کی مدت اپنے ذمے لئے ہیں، جیسا کہ ذمی نے اپنی عمر کی مدت کے بقدر احکام اپنے ذمے لئے ہیں (تو جو ذمی کا حکم ہوگا وہی مستامن کا حکم ہوگا) اور اسی وجہ سے اسے حد قذف ماری جاتی ہے اور قصاص میں قتل کیا جاتا ہے (یہ دو حکم اس پر دلالت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کے احکام اس پر جاری کئے جاتے ہیں، لیکن مستامن کو شراب پینے کی سزا نہیں دی جاتی، اس فرق کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) شراب کی حد کا حکم اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ وہ اس کی اباحت کا اعتقاد کرتا ہے (یعنی یہ ان کے دین میں داخل ہے جبکہ زنا، قذف و قتل ان کے دین میں بھی ممنوع ہیں)۔

ان دونوں (امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ) کی دلیل یہ ہے کہ مستامن ہمیشہ رہنے کے لئے

داخل نہیں ہوا بلکہ ضرورت کے لئے آیا ہے جیسے کہ تجارت وغیرہ تو وہ ہمارے شہر کے رہنے والوں میں سے نہیں ہوا، اور اسی وجہ سے اسے دارالحرب واپس لوٹنے کا اختیار ہے (جبکہ ذمی اپنے اختیار سے دارالحرب نہیں جا سکتا) اور مسلمان وذمی (اگر حربی کو قتل کر دیں تو قصاص میں ان) کو اس کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا (جبکہ مسلمان اگر ذمی کو قتل کرے تو مسلمان قصاصاً قتل کیا جائے گا۔ ان دو حکموں سے معلوم ہوا کہ ذمی اور حربی مستامن میں فرق ہے۔ اور دونوں کے احکام ایک جیسے نہیں ہیں۔ احکام کے التزام کی جو دلیل امام ابو یوسفؒ نے دی تھی اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ) اس نے ان احکامات کا التزام کیا ہے جس سے اس کا مقصود حاصل ہو اور وہ حقوق العباد ہے (حقوق العباد کے احکام کے التزام کی وجہ سے اسے تجارت وغیرہ میں آسانی حاصل ہو گی اور کوئی اس پر ظلم نہیں کر سکے گا قصاص اور حد قذف اس پر جاری ہوں گے) اس لئے کہ اس نے جب انصاف حاصل کرنے کی طمع کی تو (دوسرے کے ساتھ) انصاف کرنا اس کے ذمہ ہو گا اور قصاص و حد قذف حقوق العباد میں سے ہے۔ اور زنا کی حد شرعی حق ہے (پس حد زنا اس پر جاری نہیں ہو گی اور قصاص و حد قذف اس پر حقوق العباد کی وجہ سے جاری ہو گی) اور امام محمدؒ (کے نزدیک ذمی یا حربی اگر ذمیہ سے زنا کرے تو ذمی کی صورت میں دونوں کو حد ماری جائے گی اور حربی کی صورت میں دونوں کو حد نہیں ماری جائے گی تو اس فرق کی وضاحت امام محمدؒ کے ذمہ ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ ان) کی دلیل (ذمی اور حربی کے درمیان) فرق ہے کہ اصل زنا کے باب میں آدمی کا فعل ہے اور عورت اس کے تابع ہے جیسا کہ ہم اسے

(صحیح مردِ مجنونہ یا صغیرہ سے زنا کرے اس مسئلہ میں) بیان کریں گے انشاء اللہ تعالیٰ اور اصل کے حق میں حد کا ممتنع ہونا تابع کے حق میں ممتنع ہونے کو واجب کرتا ہے (پس حربی مرد اگر ذمیہ سے زنا کرے تو اس صورت میں حربی پر حد جاری نہیں ہے تو تابع یعنی ذمیہ پر بھی حد جاری نہیں ہوگی) اور تابع کے حق میں حد کا ممتنع ہونا اصل کے حق میں ممتنع ہونے کو واجب نہیں کرتا (پس اگر ذمی مردِ حربیہ سے زنا کرے گا تو حربیہ پر حد ممتنع ہونے کی وجہ سے ذمی پر حد ممتنع نہیں ہوگی اس لئے کہ وہ اصل ہے۔) اس کی نظیر یہ ہے کہ جب بالغ مرد بچی یا مجنونہ سے زنا کرے (تو مرد پر حد جاری ہوگی اور بچی یا مجنونہ پر حد جاری نہیں ہوگی۔ یہ تابع کے حق میں ممتنع ہونا اصل کے حق میں ممتنع نہ ہونے کی نظیر ہے) اور بالغہ عورت بچے اور مجنون کو اپنے اوپر قدرت دے دے (اور وہ زنا کرے تو کسی پر حد جاری نہیں ہوگی۔ یہ اصل کے حق میں ممتنع ہونا تابع کے حق میں ممتنع نہ ہونے کی نظیر ہے) امام ابو حنیفہؒ (کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے اس لئے ان) کی دلیل اس میں یہ ہے کہ حربی مستامن کا فعل زنا ہے کیونکہ وہ ہماری اصل میں صحیح روایت کے مطابق محرمات کا مخاطب ہے اگرچہ شرائع کا مخاطب نہیں ہے (یعنی جن چیزوں سے اللہ پاک نے منع کیا ہے کفار کے لئے بھی وہ ممنوع ہیں اور ان کے ارتکاب کی وجہ سے عذاب میں زیادتی ہوگی۔ ہاں وہ تمام عبادات و معاملات کے احکام میں مخاطب نہیں ہیں۔ پس زنا کی حرمت ان کے لئے بھی ہوئی، اور حربی کا فعل شرعاً زنا ہوا) اور ایسا فعل جو زنا ہو اس کی (عورت کی جانب سے) قدرت دینا اس پر حد کو واجب کرنے والا ہے (اور ذمیہ عورت نے بھی حربی کو زنا کی قدرت دی اس لئے ذمیہ پر حد واجب

ہوگی اگرچہ حربی پر مانع کی وجہ سے حد واجب نہیں ہے۔ امام محمدؒ نے جو اصول بیان کر کے نظیر پیش کی تھی اس کا جواب دیتے ہیں کہ) بچہ اور مجنون کا حکم اس کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ (اوامر و نواہی کے) مخاطب نہیں ہیں (جس کی وجہ سے ان کا فعل شرعاً زنا نہیں ہوا اور غیر زنا کی قدرت دینے سے حد واجب نہیں ہوتی، اس لئے بالغہ پر حد واجب نہیں ہوگی) اس اختلاف کی نظیر صورت ہے کہ جب (کسی کے جبر کی وجہ سے) مجبور شخص نے رضامند عورت کے ساتھ زنا کیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک رضامند عورت کو حد ماری جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک حد نہیں ماری جائے گی (ان کی اصل کے مطابق کہ اصل پر اکراہ کی وجہ سے حد نہیں ہے تو تابع پر بھی حد نہیں ہوگی اور امام صاحب کے نزدیک حد اس لئے ماری جائے گی کہ عورت نے زنا کی قدرت دی اور مجبور شخص کا فعل زنا ہے لیکن اس مانع کی وجہ سے حد ساقط ہو گئی)

مسئلہ: امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ اگر بچہ اور مجنون نے رضامند عورت کے ساتھ زنا کیا تو بچہ اور مجنون پر حد قائم نہیں ہوگی اور نہ ہی عورت پر۔ امام زفرؒ و شافعیؒ فرماتے ہیں کہ عورت پر حد واجب ہوگی اور یہ امام ابو یوسفؒ سے بھی روایت ہے۔ اگر صحیح مرد نے مجنونہ یا بچی جس سے جماع کیا جا سکتا ہے اس کے ساتھ زنا کیا تو خاص طور پر مرد کو حد ماری جائے گی۔ اور یہ حکم بالاجماع ہے۔

مصنفؒ نے فرمایا: (امام زفرؒ و شافعیؒ) دونوں کی دلیل یہ ہے کہ عورت کی جانب سے عذر مرد کی جانب سے حد کو ساقط کرنے والا نہیں ہے، اسی طرح مرد کی جانب سے عذر بھی (عورت سے حد ساقط کرنے والا نہیں ہے) اور یہ اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک (مرد و عورت) سے ان کے فعل کی وجہ سے مواخذہ کیا جاتا ہے (پس بچہ اور مجنون سے عذر کی بناء پر حد ساقط ہونے

کی وجہ سے راضی بالغہ عورت سے حد ساقط نہیں ہو گی) ہماری دلیل یہ ہے کہ فعلِ زنا مرد سے متحقق ہوتا ہے اور عورت تو اس فعل کا محل ہے اور اسی وجہ سے مرد کو وطی کرنے والا، زنا کرنے والا اور عورت کو جس کے ساتھ وطی اور زنا کیا گیا کہتے ہیں مگر (قرآن میں) فاعل کے نام کے ساتھ مفعول کا نام رکھنے (کے علاقہ) کی وجہ سے مجازاً زانیہ نام رکھ دیا گیا جیسے (آیت قرآنی ارجعی الی ربك راضية مرضية میں) راضیۃ مرضیہ کے معنی میں ہے یا (عورت کا نام زانیہ زنا کی) قدرت دینے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے پس اس کے حق میں قبیح زنا کی قدرت دینے کی وجہ سے حد متعلق ہو گی اور شرعی اصطلاح میں ایسے آدمی کا فعل زنا ہے جو اس سے رک جانے کا مخاطب اور کرنے پر گنا ہگار ہے (جیسے صحیح بالغ آزاد مرد) اور بچہ کا فعل اس صفت کے ساتھ نہیں ہے (اس لئے کہ وہ مخاطب نہیں اور کرنے پر گنا ہگار نہیں ہے، تو عورت اگر بچہ یا مجنون کو قدرت دے گی تو وہ شرعی زنا کی قدرت نہیں ہو گی اور غیر زنا کی قدرت دینے سے حد ثابت نہیں ہوتی) پس حد اس فعل کی وجہ سے متعلق نہیں ہو گی۔[له]

له ان دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے ذمی و حربی کے مسئلہ میں حربی کو ذمی پر قیاس کر کے دونوں کا حکم ایک کر دیا اور حد قذف و قصاص کی نظیر پیش کی، اس کا یہ جواب دیا گیا کہ دونوں میں فرق ہے اور حد قذف و قصاص حقوق العباد کی وجہ سے ان پر ثابت ہے اور زنا حق شرعی ہے۔ امام محمدؒ نے حربی و ذمیہ کے مسئلے میں اصل و فرع کی دلیل دی کہ اصل سے حد ساقط ہونے کی وجہ سے فرع سے بھی حد ساقط ہو جائے گی اور اس کا عکس نہیں ہو سکتا۔ امام زفرؒ و شافعیؒ نے ہر ایک کو اس فعل میں مستبد قرار دیا ہے، اس لئے اگر کسی ایک سے حد مانع کی وجہ سے ساقط ہو جائے گی تو دوسرے سے ساقط نہیں ہو گی۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس فعل میں اصل زانی کو قرار دیا ہے اور عورت پر قبیح فعل کی قدرت دینے کی وجہ سے حد ثابت ہوتی ہے، پس اگر شرعی حکم کے اعتبار سے زنا ثابت نہ ہو تو عورت پر حد نہیں آئے گی خواہ وہ اس فعل پر راضی ہو، کیونکہ اس نے زنا کی قدرت نہیں دی۔ کافر حربی کا فعل خطاب کی وجہ سے حکماً زنا ہے اس لئے ذمیہ پر حد آئے گی، اگرچہ حربی پر سے مانع کی وجہ سے حد ساقط ہو گئی اور بچہ و مجنون کا فعل حکماً زنا نہیں ہے اس لئے رضامند عورت پر حد ثابت نہیں ہو گی۔

مسئلہ: امام محمدؒ نے جامع صغیر میں فرمایا کہ جسے بادشاہ نے مجبور کیا یہاں تک کہ اس نے زنا کیا تو اس پر حد جاری نہیں ہوگی۔ مصنف نے فرمایا: امام ابوحنیفہؒ پہلے فرمایا کرتے تھے کہ اسے حد ماری جائے گی اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے، اس لئے کہ آدمی سے زنا اس کے آلہ (تناسل) کے انتشار کے بعد ہوتا ہے، اور یہ (انتشار) رضامندی کی دلیل ہے (کہ انتشار اس کے اپنے فعل سے ہے) پھر امام صاحب نے اس سے رجوع کر لیا اور فرمایا کہ اس پر حد نہیں ہے، اس لئے کہ اس پر مجبور کرنے والا سبب ظاہرا موجود ہے (تو یہ دلیل بن سکتا ہے) اور انتشار متردد دلیل ہے۔ (تردد) اس لئے کہ یہ کبھی بغیر ارادہ کے ہوتا ہے، کیونکہ انتشار کبھی طبیعت کی وجہ سے ہوتا ہے رضامندی و ارادہ سے نہیں ہوتا جیسے سونے والے کی حالت میں (احتلام و انزال طبعاً ہے، ارادہ سے نہیں ہے) تو اس دلیل نے شبہ پیدا کر دیا (اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے تو یہ کیسے حد کے لئے دلیل بن سکتا ہے)۔ اگر حاکم کے علاوہ کسی دوسرے نے اسے زنا پر مجبور کیا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حد ماری جائے گی اور صاحبین فرماتے ہیں کہ حد نہیں ماری جائے گی اس لئے کہ ان کے نزدیک زبردستی و جبر حاکم کے غیر سے بھی متحقق ہو جاتی ہے، کیونکہ (حد ساقط کرنے میں) مؤثر ہلاکت کا خوف ہے اور یہ حاکم کے غیر سے بھی متحقق ہوتا ہے۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ حاکم کے غیر کی طرف سے زبردستی کبھی کبھی ہوتی ہے، ہمیشہ نہیں رہتی اس لئے کہ اسے حاکم اور مسلمانوں کی جماعت سے مدد لینے کی قدرت ہے اور ہتھیار کے ذریعہ بذات خود دفع کرنے کی قدرت ہے (اس لئے کہ غیر حاکم کی طرف سے زبردستی کبھی کبھی ہو سکتی ہے) اور نادر (یعنی کبھی کبھی) کے لئے کوئی حکم نہیں ہے پس (غیر حاکم کی طرف سے اکراہ کی صورت میں) حد ساقط نہیں

ہو گی، حاکم کی حیثیت اس سے مختلف ہے اس لئے کہ اس صورت میں غیر حاکم سے مدد لینا اور حاکم کے خلاف بذاتِ خود ہتھیار لینا ممکن نہیں ہے پس دونوں (حاکم وغیر حاکم کی زبردستی) میں فرق ہو گیا۔

مسئلہ: جس شخص نے چار مختلف مجالس میں چار دفعہ یہ اقرار کیا کہ اس نے فلاں عورت کے ساتھ زنا کیا ہے اور عورت نے کہا کہ اس نے مجھ سے شادی کی ہے، یا عورت نے زنا کا اقرار کیا اور مرد نے کہا کہ میں نے اس سے شادی کی ہے تو مرد پر حد نہیں ہے (اور نہ ہی عورت پر) اور مرد کے ذمّہ ان دونوں صورتوں میں مہر لازم ہو گا۔ مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ نکاح کا دعوی (خبر ہونے کے اعتبار سے) سچ کا احتمال رکھتا ہے (اس لئے اسے ردّ نہیں کر سکتے) اور یہ جانبین (مرد و عورت) سے قائم ہوتا ہے (اور یہاں ایک کا دعوی اور دوسرے کا انکار ہے اس لئے نکاح ثابت نہیں ہوا) اور شبہ پیدا کر دیا (پس حد بھی ثابت نہیں ہو گی، مہر کے وجوب کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) اور جب حد ساقط ہو گئی تو شرمگاہ کے احترام کے مدنظر مہر واجب ہو گا۔

مسئلہ: جس شخص نے کسی باندی سے زنا کیا اور اسے قتل کر دیا، تو اسے حد ماری جائے گی اور اس پر باندی کی قیمت ہو گی۔ مصنف نے فرمایا: قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ فعل زنا (اتنی مقدار میں کیا اس) سے قتل کر دیا۔ (دو سزائیں) اس لئے کہ اس نے دو جرم کئے، تو ان (جرم) میں سے ہر ایک پر اس کا پورا حکم دیا جائے گا۔ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ اسے حد نہیں ماری جائے گی، اس لئے کہ زانی پر باندی کی قیمت کے ضمان کا ثبوت باندی کی ملکیت کا سبب ہے (اور یہ ملکیت زمانہ قبض کی طرف منسوب ہو گی تو گویا زنا اپنی ملکیت میں ہوا جس

سے حد ساقط ہو جائے گی) اور یہ مسئلہ باندی سے زنا کے بعد اسے خریدنے کے
مسئلہ کی طرح ہو گیا (لیکن) یہ مسئلہ بھی اسی اختلاف پر ہے (یعنی باندی سے زنا
کے بعد اسے خرید لیا تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد ساقط ہو جائے گی اور طرفین
کے نزدیک حد آئے گی، اس لئے یہ نظیر نہیں بن سکتا) اور حد قائم ہونے سے
پہلے ملکیت کے سبب کا پیش آنا حد کے ساقط کرنے کو واجب کرتا ہے جیسا کہ چور
ہاتھ کٹنے سے پہلے چوری شدہ مال کا (ہبہ وغیرہ کے ذریعہ) مالک بن جائے (تو
اس صورت میں حد قطع ساقط ہو جائے گی) طرفین (امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ) کی دلیل یہ
ہے کہ یہ قتل کی ضمان ہے اور یہ ملکیت واجب نہیں کرتی، اس لئے کہ یہ خون کے
بدلہ میں ضمان ہے (اور خون کی ضمان مرنے کے بعد واجب ہوتی ہے اور مردہ چیز
ملکیت کا محل نہیں ہے پس اس سے باندی پر ملکیت ثابت نہیں ہوئی) اور اگر (مان
لیا جائے کہ) ضمان ملکیت واجب کرتی ہے تو یہ عین (موجود محسوس) چیز میں واجب
کرتی ہے جیسا کہ (آپ کی دی ہوئی نظیر) چوری شدہ مال کے ہبہ میں (کہ وہ عین ہے
اس میں ملکیت ثابت ہو جائے گی) شرمگاہ کے منافع میں (ملکیت ثابت نہیں کرتا
اس لئے کہ وہ حاصل کر لئے گئے (اور ختم ہو گئے) اور ملکیت کا ثبوت چیز کی طرف
منسوب کر کے ہوتا ہے اور حاصل کئے ہوئے منافع میں اس نسبت کا ظہور نہیں
ہو سکتا، اس لئے کہ منافع معدوم ہیں (پس ملکیت کا ثبوت کسی طرح نہیں ہو سکا
اور جو نظیر پیش کی تھی اس کا فرق اس مسئلہ سے واضح ہو گیا۔ امام ابو یوسفؒ کیا
مسئلہ سے استشہاد کر سکتے تھے اس لئے اس کا جواب دیا کہ) اور یہ حکم اس صورت
کے خلاف ہے کہ باندی سے زنا کیا جس سے اس کی آنکھ ضائع ہو گئی تو زانی پر اس
کی قیمت واجب ہو گی اور حد ساقط ہو جائے گی، اس لئے کہ یہاں نابینا جسم کا حق

جو کہ آنکھ ہے اس میں ملکیت ثابت ہوگئی، اور (بعض ملکیت کی وجہ سے) شبہ پیدا ہوگیا۔

مسئلہ: امام محمد نے جامع صغیر میں فرمایا کہ: ہر وہ کام جسے ایسا حاکم کرے جس پر کوئی دوسرا حاکم نہ ہو تو اس پر حد نہیں ہے، مگر قصاص اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس کی وجہ سے اور مال کی وجہ سے اس سے مواخذہ کیا جائے گا۔ مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ حدود اللہ پاک کا حق ہیں اور ان کا قائم کرنا حاکم کی طرف منسوب ہے غیر حاکم کی طرف منسوب نہیں ہے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ وہ اپنی ذات پر خود قائم کرے، اس لئے کہ یہ (زجر کا) فائدہ نہیں دے گا حقوق العباد کی حیثیت اس سے مختلف ہے، اس لئے کہ حق العبد کا ولی حاکم سے یا تو حاکم کی طرف سے اپنی ذات پر اختیار دینے سے یا مسلمانوں کی قوت سے مدد طلب کر کے حاصل کر لے گا۔ اور قصاص و اموال حقوق العباد میں سے ہیں (اس لئے حاکم سے قصاص اور اموال کے بارے میں مواخذہ کیا جائے گا) اور حد قذف (میں دونوں حقوق ہیں یعنی حق اللہ و حق العبد، لیکن) علماء نے کہا کہ اس میں غالب شریعت کا حق ہے[1] (یعنی حق اللہ ہے) پس اس کا حکم بھی (حاکم کے حق میں) بقیہ ان تمام حدود کی طرح ہے جو حق اللہ میں داخل ہیں (کہ حاکم سے قذف پر مواخذہ نہیں کیا جائے گا)۔

---

[1] چونکہ حد قذف میں حق اللہ و حق العبد دونوں کی جہتیں ہیں اس لئے مستامن حربی و حاکم میں فرق ہوگیا کہ مستامن کی جانب میں حد قذف کو حق العبد میں شامل کیا ہے، اور قذف کی وجہ سے اسے حد ماری جائے گی اس لئے کہ اشتباہ کے امکان کی وجہ سے مستامن کے یہی مناسب ہے اور حاکم پر کوئی دوسرا حاکم نہیں اس لئے اس کے مناسب حق اللہ ہے۔

باب الشهادة علی الزناء والرجوع عنھا

زنا کی گواہی اور اس سے رجوع کرنے کا بیان

مسئلہ: علامہ قدوریؒ نے فرمایا کہ اگر گواہ گذشتہ زمانہ کی ایسی حد کی گواہی دیں کہ حاکم سے دوری نے انہیں حد قائم کرنے سے نہیں روکا تھا تو ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی مگر خاص حدِ قذف میں (کہ اس میں گذشتہ زمانہ کی گواہی قبول کر لی جائے گی)۔ اور جامع صغیر میں ہے کہ اگر گواہوں نے اس کے خلاف چوری یا شراب پینے یا زنا کی کچھ زمانہ کے بعد گواہی دی، تو (اس گواہی کی وجہ سے) اسے پکڑا نہیں جائے گا اور چوری (کے مال) کا ضامن ہوگا۔ مصنف نے فرمایا کہ: اصل یہ ہے کہ ایسی حدود جو خالص حق اللہ ہیں، وہ زمانہ گزرنے سے باطل ہو جاتی ہیں۔ امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ زمانہ کے گزرنے کو حقوق العباد اور اقرار پر قیاس کرتے ہیں جو کہ دو دلیلوں میں سے ایک دلیل ہے (یعنی حقوق العباد میں اگر گذشتہ زمانہ کی گواہی دی گئی تو اسے قبول کیا جائے گا تو حق اللہ کا بھی یہی حکم ہونا چاہیئے، اسی طرح چیز کے ثبوت کے لئے دو دلائل ہیں ۱۔ گواہی ۲۔ اقرار۔ اگر گذشتہ زمانہ کے فعل کا اقرار کیا جائے تو اسے قبول کیا جاتا ہے تو گواہی کو بھی قبول کرنا چاہیئے، اس لئے کہ یہ بھی دلیل ہے۔) ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہ کو دو واجب یعنی گواہی ادا کرنے اور پوشیدہ رکھنے کے درمیان اختیار دیا گیا ہے۔ پس اگر گواہی ادا کرنے میں تاخیر پوشیدہ رکھنے کے اختیار کی وجہ سے

تھی، تو اس کے بعد ادا کرنے پر اقدام کرنا کس کینہ کی وجہ سے ہے جس نے اسے بھڑکایا اور دشمنی کی وجہ سے ہے جس نے اسے حرکت دی، تو گواہ اس صورت میں متہم ہو گیا (اور متہم کی گواہی حدود میں مقبول نہیں) اور اگر تاخیر پوشیدہ رکھنے کے (ثواب حاصل کرنے کے) لئے نہیں تھی، تو تاخیر کی وجہ سے وہ فاسق وگناہگار ہوا تو ہم نے (گواہی قبول کرنے سے تقادم کے) مانع ہونے پر یقین کر لیا۔ اقرار کی حیثیت اس سے مختلف ہے (کہ اس میں تقادم مانع نہیں ہے) اس لئے کہ انسان اپنی جان کا دشمن نہیں ہوتا (تو اس کا گذشتہ زمانہ کے فعل کے بارے میں اقرار کرنا کسی کینہ ودشمنی کی وجہ سے نہیں ہوگا) اور زنا وشراب پینا اور چوری کی حد خالص حق اللہ ہے، یہاں تک کہ اقرار کے بعد اس سے رجوع کرنا بھی صحیح ہے (اگر حق العبد کا اس میں دخل ہوتا تو اقرار کے بعد رجوع صحیح نہیں ہوتا) پس زمانہ کا گزرنا (ان حدود میں قبول شہادۃ سے) مانع ہوگا، اور حد قذف میں حق عبد ہے، اس لئے کہ اس میں انسان سے عار کو دفع کرنا ہے، اور اسی وجہ سے حد قذف کے اقرار کے بعد اس سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہے اور حقوق العباد میں زمانہ کا گزرنا (قبولِ شہادت سے) مانع نہیں ہے اس لئے کہ اس میں دعویٰ شرط ہے تو گواہوں کی تاخیر کو دعویٰ نہ ہونے پر حمل کیا جائے گا (یعنی حق العبد قائم کرنے کے لئے دعویٰ ضروری ہے، دعویٰ کے بغیر شہادت قبول نہیں ہوگی، تو گواہوں نے جو تاخیر کی اسے عدم دعویٰ پر حمل کیا جائے گا) اور یہ ان کو فاسق بنانے کا موجب نہیں ہے (جب گواہ تاخیر کی وجہ سے فاسق نہیں ہوئے تو ان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ چوری کی حد میں

دعویٰ ضروری ہے اور یہ حقوق العباد کی نشانی ہے تو گزشتہ زمانہ کی گواہی اس میں قبول ہونی چاہیئے لیکن اس میں گذشتہ زمانہ کی چوری کی گواہی مقبول نہیں اس کی وضاحت کے لئے مصنف فرماتے ہیں کہ) چوری کی حد کا حکم اس سے مختلف ہے، اس لئے کہ حد قائم کرنے کے لئے دعویٰ شرط نہیں ہے کیونکہ وہ خالص حق اللہ ہے جیساکہ پہلے گزرا، اور دعویٰ تو مال کے ثبوت کے لئے شرط ہے (پس تقادم حد سرقہ میں بھی قبول شہادۃ سے مانع ہوگا) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ (قبولِ شہادۃ و عدم کا) حکم اس میں دائر ہے کہ حد حقوق اللہ میں سے ہے (یعنی اگر حد حق اللہ ہے تو تقادم کی وجہ سے قبول نہیں ہوگی) پس ہر فرد میں تہمت کے وجود کا اعتبار نہیں کیا جائے گا[1]۔ (اور اگر تہمت کو مدار بنایا جائے تو حد سرقہ میں بھی تہمت ہے) اس لئے کہ چوری مالک کی غفلت سے (فائدہ اٹھا کر) چھپ کر ہوتی ہے (تو مالک کو چور کے بارے میں علم نہیں ہوا، اور گواہ کو علم ہے) تو گواہ کے ذمہ اس کی خبر کرنا ضروری ہے (تاکہ مالک دعویٰ کر کے گواہ پیش کر سکے) اور گواہ چھپانے کی وجہ سے فاسق گناہگار ہوگیا (پس حدِ سرقہ میں بھی تقادم مانع ہوگا)۔ تقادم جس طرح ابتداء میں قبول شہادۃ سے مانع ہے اسی طرح ہمارے نزدیک قاضی کے فیصلہ کے بعد بھی حد قائم کرنے سے مانع ہے امام زفرؒ کا اس میں اختلاف ہے، یہاں تک کہ اگر ملزم حد کی کچھ مار کھانے کے بعد بھاگ گیا پھر زمانہ گزرنے کے بعد پکڑا گیا تو اس پر حد قائم

---

[1] یعنی اصل مدار حق اللہ ہے، تہمت پائی جائے یا نہ پائی جائے اس کا اعتبار نہیں، جیسے نماز کے قصر کرنے میں سفر مدار ہے، مشقت کا اعتبار نہیں۔

نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ حدود میں حد پوری کرنا فیصلہ میں داخل ہے (اور اس صورت میں حد پوری ہونے سے پہلے ملزم بھاگ گیا تو گویا فیصلہ نہیں ہوا اور اس سے پہلے تقادم پایا گیا[1]) فقہاء نے گذشتہ زمانہ (تقادم) کی حد میں اختلاف کیا ہے۔ امام محمدؒ نے جامع صغیر میں چھ ماہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اس لئے کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک حین کے بعد (اور حین کا اطلاق چھ ماہ پر ہوتا ہے) امام طحاویؒ نے بھی اس طرح اشارہ کیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس بارے میں کوئی حد مقرر نہیں کی، اور اسے ہر زمانہ کے قاضی کی رائے کے سپرد کر دیا ہے۔ امام محمدؒ سے ایک روایت ہے کہ انہوں نے ایک ماہ اس کی مقدار مقرر کی ہے، اس لئے کہ ماہ سے کم (کا زمانہ) جلدی (کا زمانہ) ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ سے روایت ہے اور یہی صحیح ہے۔ یہ مسئلہ اس وقت ہے کہ قاضی اور گواہوں کے درمیان ایک ماہ کی مسافت نہ ہو، اگر ایک ماہ کی مسافت ہے تو (ایک ماہ کے بعد بھی) ان کی گواہی قبول کی جائے گی، اس لئے کہ (فورًا ادائے شہادۃ سے) مانع گواہوں کا حاکم سے دور ہونا ہے، تو تہمت ثابت نہیں ہوئی۔ شراب کی حد میں تقادم کی مقدار اسی طرح (یعنی ایک ماہ) امام محمدؒ کے نزدیک ہے، اور شیخین (امام ابوحنیفہؒ و ابویوسفؒ) کے نزدیک تقادم کو شراب کی بو زائل ہونے کے ساتھ مقرر کیا جائے گا جیسا کہ اس کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ اپنے باب میں آئے گی۔

مسئلہ: اگر گواہوں نے ایک آدمی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے فلاں

---

[1] فیصلہ کرنے سے پہلے تقادم قبولِ شہادۃ سے مانع ہے تو اسی طرح فیصلہ پورا ہونے سے پہلے بھی تقادم حد قائم کرنے سے مانع ہو گا۔

عورت کے ساتھ زنا کیا اور فلاں عورت غائب ہے، تو حد ماری جائے گی۔ اور اگر گواہی دی کہ اس نے فلاں آدمی کی چوری کی درآنحالیکہ فلاں آدمی غائب ہے تو ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔ مصنفؒ نے فرمایا: ان دونوں (زنا اور چوری) میں یہ فرق ہے کہ غائب ہونے کی وجہ سے دعویٰ منعدم ہو گیا، حالانکہ دعویٰ چوری کی حد قائم کرنے میں شرط ہے زنا میں شرط نہیں ہے (پس زنا کی صورت میں حد ماری جائے گی اگرچہ مزنیہ غائب ہو) اور مزنیہ کے حاضر ہونے میں شبہ کے دعویٰ کا توہم ہے (یعنی اگر وہ حاضر ہو اور نکاح کا دعویٰ کرے تو حد ساقط ہو جائے گی، تو غائب ہونے کی صورت میں اس کے حاضر ہونے کا انتظار کیوں نہیں کیا جاتا، شاید حد ساقط ہو جائے؟ اس کا جواب دیا کہ یہ صرف توہم ہے یعنی مزنیہ اگر حاضر ہو تو اس کے دعویٰ میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہے، جس سے شبہ پیدا ہو گیا اور شبہ سے حد ساقط ہو گئی، لیکن غائب ہونے کی صورت میں اس دعویٰ یعنی شبہ کا توہم ہے کہ شاید وہ دعویٰ کرے، تو یہ شبہۃ الشبہۃ ہوا، اور حد ساقط کرنے میں اس کا اعتبار نہیں بلکہ صرف شبہ کا اعتبار ہے، پس مزنیہ کے حاضر ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا، اس لئے فرمایا کہ) موہوم کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ: اگر انہوں نے گواہی دی کہ اس نے ایسی عورت سے زنا کیا جسے وہ نہیں جانتے تو حد نہیں ماری جائے گی۔ اس لئے کہ اس (عورت کے بارے میں اس) کی بیوی یا باندی ہونے کا احتمال ہے، بلکہ یہی ظاہر ہے (اس لئے کہ مسلمان کی ظاہری حالت سے اس فعل قبیح کا صادر ہونا بعید ہے) اور اگر اس نے زنا کا اقرار کر لیا تو حد ماری جائے گی، اس لئے کہ آدمی پر اس کی بیوی یا باندی مخفی نہیں ہوتی (اس لئے کسی قسم کا شبہ نہیں ہے)۔

مسئلہ؛ اگر دو آدمیوں نے گواہی دی کہ اس نے فلاں عورت سے زنا کیا اور اس نے اس فعل کو ناپسند کیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس فعل کو پسند کیا (اور اسی پر راضی ہوئی) تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ان سب سے حد دور کر دی جائے گی اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے۔ صاحبین نے فرمایا کہ آدمی کو خاص طور پر حد ماری جائے گی۔ مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ گواہوں کے دونوں فریق حد واجب کرنے والے فعل پر متفق ہیں اور ان میں سے ایک فریق جرم کی زیادتی میں منفرد ہے جو کہ زبردستی ہے (یعنی اس فریق نے زنا اور زبردستی کرنے کی گواہی دی جبکہ) عورت کی جانب کی حیثیت اس سے مختلف ہے، اس لئے کہ اس کے حق میں حد کے وجوب کے تحقق کے لئے اس کی رضامندی شرط ہے اور یہ گواہوں کے اختلاف کی وجہ سے ثابت نہیں ہوئی (پس عورت پر حد جاری نہیں ہوگی)۔ امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے وہ مختلف ہوگیا، اس لئے کہ زنا ایک فعل ہے جو دونوں (مرد و عورت) کے ساتھ قائم ہوتا ہے (اور اس کے دو متضاد وصف نہیں ہو سکتے اور مذکورہ صورت میں ایسا ہی ہے اس لئے کہ عورت کی رضامندی زنا میں دونوں کے اشتراک کو واجب کرتی ہے اور ناراضگی مرد کے منفرد ہونے کو واجب کرتی ہے اور ایک فعل میں ان دو اوصاف کا اجتماع متعذر ہے پس مشہود علیہ مختلف ہوگیا اور ہر ایک پر شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا) اور دوسری دلیل یہ ہے کہ رضامندی کے گواہ ان دونوں پر تہمت لگانے والے ہوگئے (اس لئے کہ زنا کی شہادت کا نصاب چار گواہ ہیں تو نصاب پورا نہ ہونے کی وجہ سے یہ دونوں قاذف ہوئے، تو ان پر حدِ قذف آنی چاہیئے لیکن) زبردستی کے گواہوں کی گواہی کی وجہ سے ان دونوں سے حد ساقط ہو جائے

گی، اس لئے کہ عورت کا ناراضگی کے ساتھ زنا کرنا اس کے محصن ہونے کو ساقط کر دیتا ہے (جب عورت محصنہ نہیں ہے تو قذف ثابت نہیں ہوا) اور یہ دونوں گواہ اس میں خصم بن گئے۔

مسئلہ: اگر دو نے گواہی دی کہ اس نے کوفہ میں عورت کے ساتھ زنا کیا اور دوسرے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت کے ساتھ بصرہ میں زنا کیا تو ان دونوں سے حد دور کر دی جائے گی۔ مصنف نے کہا: اس لئے کہ جس چیز کی گواہی دی گئی وہ فعل زنا ہے، اور وہ مکان کے اختلاف سے مختلف ہو گیا اور ان میں سے ہر ایک پر شہادت کا نصاب پورا نہیں ہوا۔ اور گواہوں کو حدِ قذف نہیں ماری جائے گی، اس لئے کہ صورتِ فعل اور عورت کے اتحاد کی طرف نظر کرتے ہوئے اتحادِ فعل کا شبہ ہے (اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے) امام زفرؒ کا اس میں اختلاف ہے۔

اور اگر گواہوں نے ایک گھر میں اختلاف کیا تو مرد و عورت کو حد ماری جائے گی، یعنی ہر دو گواہ نے الگ الگ کونے میں فعل زنا کی گواہی دی، اور یہ استحسانی حکم ہے اور قیاس کے مطابق حد نہیں ماری جائے گی اس لئے کہ حقیقت میں مکان مختلف ہو گیا استحسان کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اختلاف کے درمیان توفیق ممکن ہے کہ فعل کی ابتدا ایک کونے میں ہوئی اور اضطراب کی وجہ سے اس کی انتہا دوسرے کونے میں ہوئی یا فعل کا وقوع گھر کے درمیان میں ہوا تو جو گواہ سامنے تھے انہوں نے سامنے ہونے کا گمان کیا اور جو گواہ پیچھے تھے انہوں نے پیچھے ہونے کا گمان کیا تو ہر ایک نے اپنے گمان کے مطابق گواہی دی۔

مسئلہ: اگر چار آدمیوں نے گواہی دی کہ اس نے نخیلہ مقام پر سورج کے طلوع کے وقت عورت کے ساتھ زنا کیا، اور دوسرے چار نے گواہی دی کہ اس نے دیر ہند مقام پر سورج کے طلوع کے وقت اسی عورت کے ساتھ زنا کیا تو سب سے حد دور کر دی جائے گی۔ مرد و عورت سے اس لئے (دور کر دی جائے گی) کہ ہم نے دو فریقوں میں سے کسی ایک فریق کے بارے میں بغیر تعین کے جھوٹا ہونے کا یقین کر لیا اور گواہوں سے (حدِ قذف دور رہے گی) اس لئے کہ ہر ایک فریق کے سچا ہونے کا احتمال ہے (تو وہ قاذف نہیں ہوئے)۔

مسئلہ: اگر چار گواہوں نے ایک عورت کے خلاف زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ باکرہ ہے تو حد ان دونوں (مرد و عورت) اور ان (گواہوں) سے دور کر دی جائے گی۔ مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ زنا بکارت (دوشیزگی) کے باقی رہنے کے ساتھ متحقق نہیں ہوتا۔ اور مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اس کا معائنہ کریں اور کہیں کہ وہ باکرہ ہے۔ (چونکہ عورتوں کی گواہی سے حدِ زنا ساقط ہو گئی تو گواہوں پر حدِ قذف آنی چاہیئے حالانکہ ان پر حد قذف نہیں ہے مصنف نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ) عورتوں کی گواہی حد ساقط کرنے میں حجت ہے، حد واجب کرنے میں حجت نہیں ہے اس مرد و عورت سے زنا کی حد ساقط ہو جائے گی اور گواہوں پر حدِ قذف واجب نہیں ہو گی۔

مسئلہ: اگر چار آدمیوں نے ایک آدمی کے خلاف زنا کی گواہی دی، حالانکہ وہ چاروں نابینا یا حد قذف کے سزا یافتہ ہیں یا ان میں سے ایک غلام یا حد قذف میں سزا یافتہ ہے تو گواہوں کو حد ماری جائے گی اور جس کے خلاف

گواہی دی ہے اسے حد نہیں ماری جائے گی۔ مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ ان مذکورہ کی گواہی سے مال ثابت نہیں ہوتا تو حد کیسے ثابت ہو جائے گی (حالانکہ حد' مال سے زیادہ اہم ہے) اور وہ (قاضی کے سامنے) گواہی ادا کرنے کے اہل نہیں ہیں (اس لئے کہ نابینا محدود فی القذف اور غلام گواہی نہیں دے سکتے) اور غلام تو گواہ بننے اور ادا کرنے دونوں کا اہل نہیں ہے (اور اہل نہ ہونے کی وجہ سے ان کی گواہی سے) زنا کا شبہ ثابت نہیں ہوا (کہ شبہ زنا کی بنا پر ان سے حدِ قذف ساقط ہو) اس لئے کہ زنا گواہی کی ادائیگی سے ثابت ہوتا ہے (اور یہ اس کے اہل نہیں ہیں' پس ان کی گواہی صرف قذف ہو گی)۔

مسئلہ: اور اگر چار آدمیوں نے زنا کی گواہی دی حالانکہ وہ فاسق ہیں یا (تحقیق سے) ان کا فسق ظاہر ہوا تو ان گواہوں کو حد قذف نہیں ماری جائے گی مصنف نے فرمایا: اس لئے کہ فاسق میں گواہ بننے اور گواہی کی ادائیگی کی اہلیت ہے اگرچہ اس کے ادا کرنے میں فسق کی تہمت کی وجہ سے کچھ قصور ہے (لیکن اہلیت باقی ہے) اسی وجہ سے اگر قاضی نے فاسق کی گواہی سے فیصلہ کر دیا تو ہمارے نزدیک نافذ ہو جائے گا، تو فاسق گواہوں کی گواہی سے زنا کا شبہ ثابت ہو گیا، اور فسق کی تہمت کی وجہ سے گواہی کی ادائیگی میں قصور کے اعتبار سے عدم زنا کا شبہ ثابت ہوا، پس اسی لئے دونوں حدِ (قذف و زنا) ممنوع ہو جائیں گی۔ عنقریب اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا اختلاف آئے گا ان کی اس اصل کی بناء پر کہ فاسق میں گواہی کی اہلیت نہیں ہے پس وہ ان

کے نزدیک غلام کی طرح ہے (کہ جس طرح غلام میں گواہی کی اہلیت نہیں ہے اسی طرح فاسق میں بھی نہیں ہے)۔

مسئلہ: اگر گواہوں کی تعداد چار سے کم ہوجائے تو بقیہ گواہوں کو حد ماری جائے گی۔ اس لئے کہ وہ تہمت لگانے والے ہیں، کیونکہ تعداد کم کرنے میں کوئی ثواب نہیں ہے (کہ کمی کو اس پر محمول کیا جائے) اور گواہی کا تہمت سے نکلنا ثواب کے اعتبار سے ہے (کہ گواہی ادا کر کے ثواب حاصل کرنا چاہتا ہے، اس لئے گواہی تہمت نہیں ہوگی، لیکن جب تعداد کم ہوگئی تو اس میں کوئی ثواب نہیں ہے اور وہ قاذف ہوگئے)۔

مسئلہ: اگر چار آدمیوں نے ایک آدمی کے خلاف زنا کی گواہی دی، پھر ان میں سے ایک گواہ غلام یا تہمت کا سزا یافتہ پایا گیا تو سب کو حد ماری جائے گی۔ اس لئے کہ وہ قاذف ہیں کیونکہ گواہ تین ہیں۔ اور گواہوں پر اور نہ ہی بیت المال پر مار کا تاوان ہے، اور اگر ان کی گواہی سے رجم کیا گیا تو اس کی دیت بیت المال کے ذمہ ہے۔ یہ حکم امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبین نے فرمایا کہ مار کی دیت بھی بیت المال کے ذمہ ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا کہ بیت المال پر مار کا تاوان کا مطلب یہ ہے کہ اس کو کوڑے کی مار نے زخمی کر دیا۔ اگر وہ کوڑے کی مار سے مر گیا تو (دیت کا حکم بھی) اسی اختلاف پر ہے۔ اور اسی بنا پر اگر (کوڑے کی مار سے زخمی ہونے یا مرنے کے بعد) گواہوں نے رجوع کیا تو امام صاحب کے نزدیک گواہ ضامن نہیں ہوں گے اور صاحبین کے نزدیک ضامن ہوں گے۔ صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ ان کی گواہی سے مطلق مارنا (ضرب) واجب ہوتا ہے (اور اس میں زخمی ہونا بھی داخل ہے) اس لئے کہ زخمی

کرنے سے بچنا طاقت سے خارج ہے تو مارنا زخمی کرنے اور اس کے علاوہ کو شامل ہوا، تو زخم ان کی گواہی کی طرف منسوب کیا جائے گا اور وہ رجوع کی وجہ سے ضامن ہوں گے اور رجوع نہ کرنے کی صورت میں زخم کا تاوان بیت المال پر واجب ہوگا، اس لئے کہ جلاد (کی وجہ سے زخم آیا اور اس) کا فعل قاضی کی طرف منتقل ہوگا اور وہ مسلمانوں کے لئے کام کر رہا ہے تو تاوان مسلمانوں کے مال میں واجب ہوگا (قاضی اور جلاد پر واجب نہیں ہوگا۔ اور زخمی کرنے کا حکم) رجم اور قصاص کے حکم کی طرح ہو گیا (ان دونوں صورتوں میں اگر گواہوں نے رجوع کیا تو دیت بیت المال پر آتی ہے، پس زخم کا تاوان بھی اسی طرح ہے اور یہ بھی بیت المال پر آئے گا۔ امام ابو حنیفہؒ کی یہ دلیل ہے کہ گواہی سے کوڑے مارنا واجب ہوا ہے اور یہ تکلیف دینے والی مار ہے جو زخمی کرنے اور ہلاک کرنے والی نہ ہو، تو کوڑے کی مار ظاہر میں بذاتِ خود زخمی کرنے والی واقع نہیں ہوئی مگر مارنے والے میں کسی معنی کی وجہ سے، اور وہ معنی مارنے کے عمل میں کم سمجھ ہونا ہے تو تاوان اسی پر اکتفا کرے گا مگر صحیح روایت کے مطابق جلاد پر ضمان واجب نہیں ہوگی تاکہ لوگ تاوان کے خوف سے حد قائم کرنے سے نہ رک جائیں۔

مسئلہ: اگر چار آدمیوں نے دوسرے چار آدمیوں کی گواہی پر ایک آدمی کے خلاف زنا کی گواہی دی تو حد نہیں ماری جائے گی۔ اس لئے کہ اس میں (گواہوں پر گواہ ہونے کی وجہ سے) شبہ کی زیادتی ہے (اس لئے کہ کلام جب مختلف زبانوں پر آتا ہے تو اصل کلام بدل جاتا ہے) اور اسے برداشت کرنے

کی ضرورت بھی نہیں ہے (کہ ضرورت کی وجہ سے اس شبہ کو برداشت کیا جائے ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ حدود کا شبہات سے ساقط کرنا ان کے قائم کرنے سے بہتر ہے، اس لئے شبہ کی تاویل کر کے قبول نہیں کیا جائے گا)۔

مسئلہ: اگر اصل گواہ آجائیں اور اسی مکان میں زنا کے بارے میں اپنی آنکھوں سے معائنہ کرنے کی گواہی دیں تب بھی حد نہیں ماری جائے گی مصنف نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اسی زنا کی آنکھوں سے دیکھنے کی گواہی دیں۔ وجہ اس کی یہ ہے اس خاص حادثہ میں فروع کی گواہی رد (واپس) کرنے کی وجہ سے ان کی گواہی کسی درجہ میں رد کر دی گئی، اس لئے کہ فروع گواہی کے حکم اور اٹھانے میں ان اصول کے قائم مقام ہیں اور گواہوں کو حدِ قذف نہیں ماری جائے گی، اس لئے کہ گواہ تعداد کے اعتبار سے کامل ہیں (یعنی چار ہیں اور ان میں اس کی اہلیت بھی ہے اور ان کی گواہی سے حد زنا اس لئے ثابت نہیں ہوئی کہ جس کے خلاف گواہی دی گئی شبہ کی نوع کی وجہ سے حد اس سے ممتنع ہو گئی (یعنی فروع میں یہ شبہ ہے کہ اصول نے انہیں گواہی قائم کرنے کا حکم نہ دیا ہو اور اصول میں فروع کی گواہی رد کرنے کی وجہ سے شبہ آگیا) اور یہ شبہ حد کو دور کرنے کے لئے کافی ہے، حد واجب کرنے کے لئے کافی نہیں ہے (اس لئے شبہ کی بنا پر گواہوں پر حدِ قذف ثابت نہیں ہوگی)۔

اگر چار آدمیوں نے ایک آدمی کے خلاف زنا کی گواہی دی، اور اسے رجم (سنگسار) کر دیا گیا پس جب بھی ان گواہوں میں سے ایک رجوع کرے گا تو صرف رجوع کرنے والے کو حد قذف ماری جائے گی اور وہ مرجوم کی چوتھائی

دیت کا تاوان دے گا۔ چوتھائی تاوان اس لئے کہ (تین گواہوں کی) گواہی باقی ہونے کی وجہ سے حق کے تین چوتھائی حصے باقی ہیں تو رجوع کرنے والے کی گواہی سے حق کا چوتھائی حصہ فوت ہوا۔ امام شافعیؒ نے اپنی اس اصل پر جو قصاص کے گواہوں میں ہے، بناء کرتے ہوئے فرمایا کہ رجوع کرنے والے کا قتل واجب ہے اس پر مال واجب نہیں۔ مصنف نے فرمایا: عنقریب انشاء اللہ دیات کے باب میں ہم اسے بیان کریں گے۔ (امام شافعیؒ کی اصل یہ ہے کہ قتل کے گواہ اگر قاتل سے قصاص لینے کے بعد رجوع کریں تو انہیں قتل کیا جائے گا، اسی طرح زنا کے باب میں رجم کے بعد گواہوں کو رجوع کی وجہ سے قتل کیا جائے گا، کیونکہ ان کی گواہی سے رجم ہوا۔ رجوع کرنے والے کو حد مارنا ہمارے تین علماء ائمہ کا مذہب ہے، اور امام زفرؒ نے فرمایا کہ حد نہیں ماری جائے گی، اس لئے کہ اگر رجوع کرنے والے کو زندہ قاذف پر قیاس کریں (تو اس صورت میں اس پر حد قذف نہیں آئے گی اس لئے کہ) حد قذف، جس پر تہمت لگائی ہے اس کی موت سے باطل ہو گئی (کیونکہ قاذف پر حد جاری ہونے سے پہلے مقذوف کی موت سے حد قذف ساقط ہو جاتی ہے اور یہاں یہی صورت ہے، اور اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کہ ورثاء دعویٰ کر کے قاذف پر حد جاری کریں) اور اگر رجوع کرنے والے کو مردہ قاذف بنائیں (کہ اس پر حد قذف جاری ہونے سے پہلے وہ مر گیا) تو مجرم قاضی کے حکم سے رجم کیا گیا ہے اور (رجم کی نسبت قاضی کی طرف ہوگی، گواہ کی طرف نہیں، تو رجوع کرنے والے کے بارے میں دو احتمال کی بنا پر) شبہ پیدا ہو گیا (اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے) ہماری دلیل یہ ہے کہ

رجوع کرنے کی وجہ سے گواہی تہمت میں بدل گئی، اس لئے کہ رجوع کرنے سے
گواہی فسخ ہو جاتی ہے (اور فسخ ہونے کی بنا پر گواہی ادا کرنے اور پوشیدہ رکھنے کا
ثواب باقی نہیں رہا تو اس کا ادا کیا ہوا کلام تہمت بن گیا) اور یہ فی الحال میّت
کے لئے تہمت بنا دیا گیا (گویا مردہ کو تہمت لگائی اور قاضی کی طرف رجم کی نسبت
ں لئے نہیں ہے کہ) دلیل فسخ ہونے کی وجہ سے اس پر جو چیز مبنی تھی وہ بھی فسخ ہو گئی
ور وہ رجوع کرنے والے کے زعم میں قاضی کا فیصلہ تھا (تو راجع کے زعم میں
ؔاضی کا فیصلہ فسخ ہونے کی بنا پر اس کا کلام تہمت ہو گیا) اور شبہ پیدا نہیں ہوا
رجوم کو رجوع کرنے والے کے علاوہ کوئی دوسرا شخص تہمت لگائے تو اس کا حکم
اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ مرجوم رجوع کرنے والے کے علاوہ دوسرے شخص
کے حق میں محصن نہیں ہے، کیونکہ قاضی کا فیصلہ اس دوسرے شخص کے حق میں قائم
ہے (تو اس کی تہمت غیر محصن کو ہوگی جس سے حد قذف ثابت نہیں ہوتی اور رجوع
کرنے والے کے حق میں وہ محصن ہے کیونکہ قاضی کا فیصلہ اس کے رجوع سے فسخ
ہو گیا تو اس کا کلام تہمت ہوا)۔

مسئلہ: جس کے خلاف گواہی دی گئی اس پر حد جاری نہیں کی گئی، یہاں
تک کہ گواہوں میں سے ایک نے رجوع کر لیا تو تمام گواہوں پر حد جاری ہوگی اور
جس کے خلاف گواہی دی گئی تھی اس سے حد ساقط ہو جائے گی۔ امام محمدؒ نے فرمایا
کہ رجوع کرنے والے کو خاص طور پر حد ماری جائے گی، اس لئے کہ قاضی کے فیصلہ
کی وجہ سے گواہی مؤکد ہو گئی تو رجوع کرنے سے صرف رجوع کرنے والے کے
حق میں فسخ ہوگی (اور اس کا کلام تہمت بن جائے گا تو حد قذف صرف اسی پر

جاری ہوگی) جیساکہ حد جاری کرنے کے بعد رجوع کرنے والے کا حکم تھا (کہ اس صورت میں صرف راجع کو حد قذف ماری جاتی ہے۔ شیخین کی دلیل یہ ہے کہ حد جاری کرنا بھی فیصلہ میں داخل ہے تو (جاری ہونے سے پہلے رجوع کرنا) ایسا ہو گیا جیساکہ فیصلہ سے پہلے رجوع کیا اور اسی وجہ سے (فیصلہ کے بعد جاری ہونے سے پہلے رجوع کی صورت میں) جس کے خلاف گواہی دی گئی ہے اس سے حد ساقط ہوجاتی ہے (اگر صرف فیصلہ کافی ہوتا تو حد ساقط نہیں ہونی چاہیئے تھی) اور اگر فیصلہ سے پہلے گواہوں میں سے کوئی ایک رجوع کرے تو سب پر حد قذف جاری ہوتی ہے (تو فیصلہ کے بعد حد نافذ ہونے سے پہلے رجوع کی صورت میں یہی حکم ہوگا) امام زفرؒ نے فرمایا کہ (فیصلہ سے پہلے رجوع کرنے کی صورت میں) رجوع کرنے والے کو خاص طور پر حد ماری جائے گی، اس لئے کہ اس کے علاوہ دوسرے گواہوں کے خلاف (رجوع کرنے کے بارے میں) اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی کہ اس کے رجوع کی وجہ سے بقیہ گواہوں کو کاذب قرار دیں بلکہ ان کی گواہی معتبر مانی جائے گی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ گواہوں کا (قاضی کے سامنے) کلام کرنا اصل میں تہمت ہے اور اس کے ساتھ قاضی کے فیصلہ کے اتصال کی وجہ سے وہ گواہی بن جاتا ہے تو جب اس کے ساتھ (ایک گواہ کے رجوع کی وجہ سے) قاضی کا فیصلہ نہیں ملا تو وہ کلام اپنی اصل حالت تہمت پر باقی رہا تو سب کو حد ماری جائے گی۔

مسئلہ: اگر گواہ پانچ تھے اور ان میں سے ایک نے رجوع کیا تو بقیہ گواہوں پر کوئی حد وغیرہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ جو گواہ باقی ہیں ان کی گواہی کی وجہ سے کامل حق باقی ہے اور کامل حق چار کی گواہی ہے اگر اس کے بعد ایک اور گواہ نے رجوع کیا (اور تین گواہ باقی رہ گئے) تو دونوں رجوع کرنے والوں کو

حد ماری جائے گی اور یہ دونوں (رجم کی صورت میں) دیت کے چوتھائی حصّہ کے ضامن ہوں گے۔ مصنف نے فرمایا: حد کے وجوب کی وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی (رجوع کی وجہ سے راجع کے حق میں قاضی کا فیصلہ فسخ ہو گیا اور اس کا کلام تہمت ہو گیا) اور چوتھائی تاوان اس لئے کہ باقی گواہی کی وجہ سے حق کے تین چوتھائی حصّے باقی رہ گئے اور اس باب میں جو باقی ہے اس کا اعتبار ہوتا ہے، جس نے رجوع کر لیا اس کا اعتبار نہیں ہوتا، جیسا کہ شہادات میں یہ معروف ہے (یعنی اگرچہ حد کا وجوب چار گواہوں کی گواہی سے ہوتا ہے اور فیصلہ سے پہلے کسی ایک کے رجوع کرنے کی وجہ سے پوری شہادت ختم ہو جاتی ہے لیکن تاوان کے وجوب میں کسی ایک گواہ کے رجوع کرنے کی وجہ سے پورا تاوان اس پر نہیں آئے گا بلکہ بقیہ گواہوں پر قیاس کر کے جتنی کمی اس کے رجوع کی وجہ سے آئی ہے، تاوان اسی مقدار کے برابر ہوگا)۔

مسئلہ: اگر چار افراد نے ایک آدمی کے خلاف زنا کی گواہی دی اور گواہوں کی عدالت وصفائی ظاہر کی گئی اور ان کی گواہی کی وجہ سے مجرم کو رجم کیا گیا، بعد میں اچانک معلوم ہوا کہ گواہ مجوسی یا غلام ہیں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گواہوں کی صفائی بیان کرنے والوں پر تاوان آئے گا۔ مصنف نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ صفائی بیان کرنے والوں نے اپنی صفائی سے رجوع کر لیا (کہ ہم نے غلط صفائی پیش کی، اگر غلطی سے ان سے ایسا ہو گیا تو بالاتفاق ان پر تاوان نہیں ہے) امام ابو یوسفؒ و محمدؒ فرماتے ہیں کہ تاوان بیت المال پر آئے گا۔ بعض نے کہا کہ یہ مسئلہ اس وقت ہے کہ صفائی کرنے والوں نے کہا کہ ہم نے جان بوجھ

کران کی صفائی بیان کی حالانکہ ہمیں ان کا حال معلوم تھا۔ صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے گواہوں کی اچھی تعریف کی ہے اور یہ اس مسئلہ کی طرح ہوگیا کہ جس میں صفائی بیان کرنے والوں نے مجرم کی اچھی تعریف کی مثلاً اس کے محصن ہونے کی گواہی دی (اور محصن ہونا یہ ایک اچھی صفت ہے، لیکن اس صفت کے ثبوت کے بعد اسے رجم کیا جائے گا بعد میں اگر یہ کہیں کہ ہم نے جان بوجھ کر اسے محصن بنایا ہے اور وہ محصن نہیں تھا، تو اس صورت میں ان صفائی بیان کرنے والوں پر کوئی تاوان نہیں ہے اسی طرح گواہوں کی تعریف کرنے والوں پر بھی کوئی تاوان نہیں آنا چاہیئے)۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ گواہوں کی صفائی پیش ہونے کے بعد گواہی عمل کے قابل ہوگئی تو گویا کہ بیان صفائی علت کی علت کے درجے میں ہوگیا تو حکم اس کی طرف منسوب کیا جائے گا (یعنی زنا کے باب میں گواہی بغیر تزکیہ مقبول نہیں ہے اور گواہی اصل علت ہے تو تزکیہ علت کے لئے علت ہوا اور حکم علت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، اس لئے یہاں رجم کا حکم تزکیہ کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ صاحبین نے احصان کے گواہ پر جو قیاس کیا تھا اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ) احصان کے گواہوں کی حیثیت اس سے مختلف ہے اس لئے کہ احصان صرف شرط ہے (یعنی زنا دوسری دلیل سے ثابت ہوچکا ہے ہاں رجم کے لئے احصان شرط ہے تو احصان کے گواہوں سے صرف شرط کا ثبوت ہوگا اور حکم شرط کی طرف منسوب نہیں ہوتا، اس لئے ان پر دیت نہیں آئے گی)۔ گواہوں نے اگر لفظ شہادت سے گواہی دی یا اخبروا کہا، ان دونوں میں حکم کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ انہوں نے گواہوں کے مسلمان اور آزاد ہونے کی خبر دی، اگر انہوں نے کہا کہ وہ گواہ عادل

ہیں اور وہ غلام ظاہر ہوئے تو ضامن نہیں ہوں گے، اس لئے کہ غلام بھی کبھی عادل ہوتا ہے۔ اور گواہوں پر کوئی ضمان نہیں ہے، اس لئے کہ ان کا کلام گواہی واقع نہیں ہوا، اور انہیں حد قذف بھی نہیں ماری جائے گی، اس لئے کہ انہوں نے زندہ آدمی پر تہمت لگائی اور وہ مرگیا اور تہمت کی وراثت نہیں ہوتی (یعنی گواہوں کا کلام زندہ آدمی کے لئے تہمت بنا تھا اور وہ مرگیا تو ورثاء حد قذف کا دعویٰ نہیں کرسکتے اس لئے کہ یہ ایسا حق ہے جس میں وراثت جاری نہیں ہوتی)۔

مسئلہ: اگر چار آدمیوں نے ایک آدمی کے خلاف زنا کی گواہی دی اور قاضی نے اس کے رجم کا حکم دے دیا اور ایک آدمی نے اس کی گردن ماردی پھر (اس کے بعد تحقیق سے) گواہ غلام پائے گئے تو قاتل پر دیت آئے گی مصنف نے فرمایا: قیاس کی روشنی میں قصاص واجب ہونا چاہئے، اس لئے کہ اس نے معصوم جان کو بغیر کسی حق کے قتل کیا ہے (کیونکہ تمام مسلمانوں کی جان محفوظ ہے اور اسے قتل کرنا حلال نہیں مگر کفر اختیار کرنے، یا قتل کرنے یا زنا کی وجہ سے اس کا قتل جائز ہوتا ہے، اس مقتول میں تینوں صورتیں نہیں پائی جائیں، اس لئے کہ گواہوں کے غلام ہونے کی وجہ سے ان کی شہادت مردود ہوگئی، پس اس کو قتل کرنا معصوم جان کو قتل کرنے کے برابر ہوا، اور اس صورت میں قاتل پر قصاص آتا ہے) استحسان کی وجہ یہ ہے کہ قتل کے وقت ظاہر کے اعتبار سے قاضی کا فیصلہ صحیح ہے (کیونکہ گواہوں کا غلام ہونا فیصلہ اور قتل کے بعد ظاہر ہوا ہے) تو (قاضی کے فیصلہ کی وجہ سے) شبہ پیدا ہوگیا (اور شبہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے)

قاضی کے فیصلہ سے پہلے اگر اسے قتل کیا تو اس کا حکم اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ گواہی ابھی تک حجت نہیں بنی (کیونکہ قاضی کا فیصلہ اس کے ساتھ متعلق نہیں ہوا فیصلہ کے بعد قاتل پر دیت کے وجوب کی دوسری وجہ یہ بیان کی) اور اس لئے کہ قاتل نے اباحت کی دلیل (قاضی کے فیصلہ) پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے خون کو مباح گمان کیا تھا (کہ رجم کے فیصلہ کے بعد اب یہ شخص معصوم الدم نہیں رہا) اور اس (قاتل) کی طرح ہو گیا جس نے کسی شخص میں حربی کافر کی علامات ہونے کی وجہ سے حربی گمان کر کے قتل کر دیا ہو (اور حقیقت میں وہ حربی نہ ہو تو اس قاتل پر دیت آئے گی قصاص نہیں آئے گا، اس لئے کہ اس نے علامات پر اعتماد کیا ہے اور حربی مباح الدم ہے)۔ اور دیت اس قاتل کے مال میں واجب ہوگی (رشتہ داروں اور عاقلہ پر نہیں آئے گی) اس لئے کہ یہ قتل عمد ہے اور عاقلہ قتل عمد کی دیت نہیں دیتے۔ اور اس دیت کے وجوب کا عرصہ تین سال ہے (یعنی تین سال کے عرصہ میں ادا کرنا ضروری ہے، فوراً دینا ضروری نہیں) اس لئے کہ یہ دیت نفس قتل سے واجب ہوئی ہے۔

مسئلہ: اگر ملزم کو رجم کر دیا گیا پھر گواہ غلام پائے گئے تو دیت بیت المال پر آئے گی (سنگسار کرنے والوں پر نہیں آئے گی) اس لئے کہ انہوں نے حاکم کے حکم کی پیروی کی ہے تو ان کا فعل حاکم کی طرف منسوب ہوگا (گویا کہ حاکم نے رجم کیا) اور اگر حاکم خود رجم کرتا تو بیت المال پر دیت واجب ہوتی، ہماری مذکورہ دلیل (کہ حاکم یا قاضی مسلمانوں کے امور کے لئے کام کر رہے ہیں، اگر ان پر دیت واجب ہوگی تو وہ اس کام کو چھوڑ دیں گے، اس) کی وجہ سے ان پر دیت واجب نہیں ہوگی۔ اور دوسرے نے اگر اسے قتل کر دیا تو اس کا حکم اس سے مختلف ہے، اس لئے کہ

قاتل نے حاکم کے حکم کی پیروی نہیں کی (اس لئے قاتل پر دیت آئے گی)۔
مسئلہ: اگر ایک آدمی کے خلاف زنا کی گواہی دی اور گواہوں نے کہا کہ ہم نے جان بوجھ کر انہیں دیکھا تو ان کی شہادت قبول کی جائے گی (موضع زنا دیکھنے سے فسق کی بنا پر مردود نہیں ہوگی) اس لئے کہ گواہی اٹھانے کی ضرورت کی وجہ سے ان کے لئے دیکھنا مباح ہے، تو گواہ ڈاکٹر اور دائی کے مشابہ ہو گیا (کہ دونوں ضرورت کی وجہ سے مستورہ مقام دیکھ سکتے ہیں اور اس کی وجہ سے فاسق نہیں ہوں گے)۔
مسئلہ: اگر چار آدمیوں نے ایک آدمی کے خلاف زنا کی گواہی دی اور اس نے محصن ہونے سے انکار کیا حالانکہ اس کی بیوی ہے جس نے اس مرد سے بچہ جنا تو اسے رجم کیا جائے گا۔ انکار سے مراد یہ ہے کہ وہ احصان کی تمام شرائط کے وجود کے بعد بیوی سے جماع کرنے کا انکار کرتا ہے (اور جماع اس لئے مراد ہے) مرد سے بچہ کے نسب کے ثبوت کا حکم جماع کے بعد ہی لگایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اگر جماع کے بعد طلاق دے دی تو وہ رجعی ہوگی (اگر جماع کا کچھ دخل نہ ہوتا تو طلاق بائنہ ہوتی) اور احصان اس جیسی چیز سے ثابت ہو جاتا ہے (تو یہاں بچہ موجود ہے جو دخول پر دلالت کرتا ہے اس لئے اس کا انکار معتبر نہیں)۔ اگر اس کی بیوی نے اس سے بچہ نہیں جنا، اور ایک مرد و دو عورتوں نے اس کے خلاف محصن ہونے کی گواہی دی تو رجم کیا جائے گا۔ امام زفرؒ و شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ اپنی اصل پر گئے ہیں کہ مال کے علاوہ میں عورتوں کی شہادت مقبول نہیں ہے، (اس لئے عورتوں کی گواہی کی وجہ سے احصان ثابت نہیں ہوگا) امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ احصان ہونا علت کے درجے میں شرط ہے اس لئے کہ اس کی وجہ سے جرم زیادہ سخت ہو جاتا ہے، تو حکم احصان کی طرف منسوب کیا جائے گا

تو احصان حقیقی علت کے مشابہ ہوگیا (اور اس کی گواہی عورتوں نے دی ہے جبکہ زنا کی علت میں عورتوں کی گواہی معتبر نہیں) پس عورتوں کی گواہی اس میں قبول نہیں کی جائے گی اور یہ مسئلہ اس مسئلہ کی طرح ہوگیا کہ جب دو ذمی کافروں نے ایک ایسے ذمی کافر کے خلاف، جس کے مسلمان غلام نے زنا کیا تھا، یہ گواہی دی کہ اس ذمی نے اس غلام کو زنا سے پہلے آزاد کر دیا تھا (اور مقصود اس گواہی کا یہ ہے کہ مسلمان کی سزا میں زیادتی ہو، کیونکہ آزاد کی سزا غلام کی سزا سے دوگنی ہے اور کافروں کی گواہی کافروں کے حق میں قبول کی جاتی ہے اور یہاں بھی ایک کافر کی دوسرے کافر کے خلاف گواہی ہے لیکن) ہماری مذکورہ وجہ سے گواہی قبول نہیں کی جائے گی (یعنی آزادی کی وجہ سے سزا میں زیادتی ہوگی اور یہ آزادی زنا کی سزا میں زیادتی کا سبب ہوگی تو علت کے مشابہ ہوگئی اور اس باب میں کافر کی گواہی مقبول نہیں، اسی طرح احصان کے ثبوت میں عورتوں کی گواہی مقبول نہیں) ہماری دلیل یہ ہے کہ احصان اچھی عادتوں سے تعبیر ہے، اور جیسا کہ ہم نے ذکر کیا یہ زنا سے مانع ہے، تو زنا کی علت کے درجے میں نہیں ہوگا (اس لئے کہ جو چیز زنا سے روکنے والی ہوتی ہے وہ زنا کی علت نہیں ہوسکتی) اور احصان کی گواہی اس صورت کی طرح ہوگئی کہ جب ایک مرد اور دو عورتوں نے اس زنا کی حالت کے علاوہ کسی دوسرے واقعہ میں عورت کے ساتھ نکاح اور جماع کی گواہی دی (اور یہ گواہی مقبول ہے، اس سے نکاح ثابت ہوجائے گا، اسی طرح احصان کی گواہی بھی اس کے مشابہ ہے اور یہ قبول کی جائے گی) انہوں (یعنی امام زفرؒ) نے جو صورت (ذمی کی گواہی کی) ذکر کی ہے وہ اس سے مختلف ہے، اس لئے کہ دو ذمی کی گواہی سے آزادی ثابت ہوجاتی ہے، لیکن (اس مذکورہ صورت میں

میں آزادی کی) تاریخ زنا سے سابق ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ مسلمان اس کا انکار کر رہا ہے یا مسلمان کو اس سے نقصان و ضرر پہنچتا ہے (اور کافر کی گواہی سے اگر مسلمان کو ضرر پہنچے تو اس کی گواہی مقبول نہیں ہوتی، ورنہ کافر کی گواہی مسلمان کے خلاف قبول کرنا لازم آئے گا) احصان کے گواہوں نے اگر رجوع کر لیا تو وہ ہمارے نزدیک ضامن نہیں ہوں گے، امام زفرؒ کا اس سے اختلاف ہے اور یہ اختلاف ماقبل کے مسئلہ کی فرع ہے (کہ ان کے نزدیک احصان علت کے درجے میں ہے، جس سے زنا کی سزا سخت ہوتی ہے اور زنا کی علت کی گواہی سے رجوع کرنے والے ضامن ہوتے ہیں پس احصان کی گواہی سے رجوع کرنے والے بھی ضامن ہوں گے کیونکہ رجم ان کی گواہی سے ثابت ہوا تھا۔

باب حد الشرب

شراب پینے کی حد کا بیان

جس نے شراب پی اور پکڑا گیا اور اس کی بو (منہ میں) موجود ہے، یا لوگ اسے نشہ کی حالت میں لائے، اور گواہوں نے اس کے خلاف شراب پینے کی گواہی دی[1] تو اس پر حد آئے گی، اور اسی طرح اگر اس نے اقرار کیا اور اس کی بو موجود ہے (تو اس پر حد آئے گی)۔ اس لئے کہ شراب پینے کا جرم ظاہر ہو گیا اور زمانہ زیادہ نہیں گزرا۔ اس باب میں اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ "جس نے شراب پی اسے کوڑے مارو، اگر دوبارہ پئے تو پھر کوڑے مارو"[2]۔

مسئلہ: اگر اس نے شراب کی بو زائل ہونے کے بعد اقرار کیا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اسے حد نہیں ماری جائے گی۔ لیکن امام محمدؒ نے فرمایا کہ حد ماری جائے گی۔ اسی طرح اگر بو زائل ہونے کے بعد لوگوں نے اس کے خلاف گواہی دی تو امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کو حد نہیں ماری جائے گی۔ لیکن امام محمدؒ نے فرمایا کہ حد ماری جائے گی۔ پس (گواہی میں) تاخیر بالاتفاق گواہی قبول کرنے سے مانع ہے، مگر امام محمدؒ کے نزدیک زنا کی حد پر قیاس کرتے ہوئے "تاخیر" کی حد (ایک ماہ کی) مدت متعین کی گئی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ تاخیر زمانہ کے گزرنے سے ثابت ہوتی ہے۔ (اور بو کو مدار نہیں بنا سکتے کیونکہ) بو شراب کے علاوہ دوسری چیزوں سے بھی (شراب جیسی) آسکتی ہے، جیسا کہ اس شعر میں کہا گیا ہے ؎

---

[1] امام ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ قید بھی ہے کہ شراب کی بو اس (کے منہ) سے آتی ہو۔

[2] ابو داؤدؒ، نسائیؒ اور ابن ماجہ نے اسے روایت کیا ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ تو نے شراب پی ہے

میں نے ان سے کہا کہ نہیں، میں نے تو بہی (بگو گوشہ) کھایا ہے

شیخین کے نزدیک تاخیر بو کے زائل ہونے کی مدت کے ساتھ مقدر ہے، کیونکہ اس بارے میں حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ "اگر تم شراب کی بو پاؤ تو اس کو کوڑے مارو۔" اور دوسری وجہ یہ ہے کہ شراب کے اثر و علامت کا قائم رہنا شراب کے پینے پر زیادہ قوی دلیل ہے، اور (زنا کی حد میں تاخیر کو علامت کے ساتھ متعین اس لئے نہیں کیا کہ) زمانہ کے ساتھ متعین کرنے کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب کہ علامت سے اندازہ کرنا مشکل ہو جائے (اور زنا میں یہ اندازہ کرنا مشکل ہے۔ امام محمدؒ نے بو کے بارے میں جو اشتباہ کا اعتراض کیا تھا اس کا جواب یہ دیا کہ) استدلال کرنے والے کے لئے مختلف بوؤں میں امتیاز کرنا ممکن ہے۔ اشتباہ تو صرف جاہلوں کو ہوتا ہے (ان کا اعتبار نہیں ہے، پس تاخیر کو بو کے ساتھ مقدر کریں گے)۔ امام محمدؒ کے نزدیک تاخیر اقرار کو باطل نہیں کرتی، جیسا کہ زنا کے باب میں اس کا بیان گزرا (کہ گواہی میں تاخیر اس لئے مقبول نہیں کہ اس میں دشمنی و کینہ وغیرہ کا امکان ہے، لیکن اقرار کی صورت میں یہ امکان نہیں پایا جاتا کیونکہ انسان اپنی جان کا دشمن نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر ایک ماہ کے بعد بھی شراب پینے کا اقرار کیا تو حد جاری کی جائے گی) اور شیخین کی دلیل یہ ہے کہ بو کے قائم رہنے کی صورت میں ہی حد لگائی جاتی ہے، اس لئے کہ شراب پینے کی حد صحابہ کرام کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے اور حضرت ابن مسعودؓ کی رائے کے بغیر کوئی اجماع نہیں ہے اور انہوں نے (حد قائم کرنے میں) بو کے قائم رہنے کی شرط مقرر کی ہے جیسا کہ ہم نے ان کی روایت بیان کی (کہ اگر تم شراب کی بو پاؤ تو کوڑے مارو)۔

مسئلہ: اگر گواہوں نے ایک شخص کو ایسی حالت میں پکڑا کہ اس (کے منہ) سے شراب کی بو آرہی تھی یا وہ نشہ کی حالت میں تھا۔ پھر گواہ اسے (اس کے) شہر سے دوسرے شہر لے گئے جہاں حاکم تھا، اس دوران حاکم تک پہنچنے سے پہلے بو یا نشہ ختم ہو گیا تو سب اس کے قائل ہیں کہ اس پر حد قائم کی جائے گی۔ (اور بو یا نشہ کے زائل ہونے سے حد ساقط نہیں ہوگی) اس لئے کہ یہ (ایک قابلِ قبول) عذر ہے جس طرح زنا کی حد میں مسافت کا طویل ہونا عذر ہے (اور طویل مسافت کی وجہ سے تاخیر کی صورت میں زنا کی حد ساقط نہیں ہوتی، اسی طرح یہاں بھی مسافت کے طویل ہونے کی وجہ سے حد ساقط نہیں ہوگی) اور اس جیسی صورت میں گواہ پر (دشمنی یا کینہ کا) الزام نہیں لگ سکتا (کیونکہ تاخیر ان کی جانب سے نہیں ہوئی)۔ اور جو شخص نبیذ پینے سے نشہ میں ہو جائے تو اس پر حد لگے گی، اس روایت کی بنا پر کہ حضرت عمرؓ نے ایک دیہاتی پر حد قائم کی جو نبیذ پینے سے نشہ میں ہو گیا تھا۔ نشہ کی اتنی حد اور مقدار جس کی بنا پر آدمی حدّ کی سزا کا مستحق ہو جاتا ہے، انشاء اللہ ہم آگے بیان کریں گے۔

مسئلہ: جس شخص (کے منہ) سے شراب کی بو پائی جائے یا اس نے شراب کی قے کی ہو (تو صرف اس وجہ سے) اس پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔ اس لئے کہ بو میں فی نفسہ احتمال ہے (کہ شراب کے سوا کسی اور چیز کی بو ہو) اسی طرح شراب کا پینا کبھی مجبوری اور اضطرار کی وجہ سے واقع ہوتا ہے اور (حکم یہ ہے کہ) نشہ والے شخص کو اس وقت تک حد نہیں ماری جائے گی جب تک کہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ نشہ خوشی سے نبیذ پینے کی وجہ سے ہوا ہے، (نبیذ کی قید) اس لئے کہ بعض مباح چیزوں

کا نشہ حد واجب نہیں کرتا جیسے بھنگ اور گھوڑی کا دودھ (ان کے استعمال سے اگر نشہ آجائے تو شیخین کے نزدیک حد واجب نہیں ہوگی)۔ اور (خوشی کی قید اس لئے کہ) اسی طرح کسی کو جبراً شراب پلائی گئی ہو تو اس پر حد واجب نہیں ہوتی۔

مسئلہ: نشہ زائل ہونے تک حد قائم نہیں کی جائے گی تاکہ زجر یعنی ڈانٹ اور خوف دلانا جو مقصود ہے وہ حاصل ہو جائے۔

مسئلہ: آزاد آدمی کے لئے شراب اور نشہ کی حد اسّی کوڑے ہیں، اس کی دلیل صحابۂ کرامؓ کا اس پر اجماع ہے۔

مسئلہ: (شرابی کو حد مارتے وقت) کوڑے اس کے بدن کے متفرق حصوں پر مارے جائیں گے جیسے زنا کی حد میں (کرتے ہیں) جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے پھر مشہور روایت کے مطابق اس کے کپڑے اتار دیئے جائیں گے۔ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ تخفیف (آسانی) ظاہر کرنے کے لئے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے (اور تخفیف) اس لئے کہ اس کے بارے میں کوئی نص قطعی وارد نہیں ہوئی۔ مشہور روایت کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ایک دفعہ (کوڑوں کی تعداد میں سو سے اسّی تک) تخفیف ظاہر کر دی تو دوبارہ تخفیف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر شراب پینے والا غلام ہے تو اس کی حد چالیس کوڑے ہیں، اس لئے کہ غلامی نعمت اور سزا کو آدھی کرنے والی ہوتی ہے، جیسا کہ (زنا کے باب میں) اس کا علم ہوا۔

مسئلہ: جس شخص نے شراب پینے یا نشہ کرنے کا اقرار کیا پھر رجوع کیا تو حد قائم نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ یہ خالص حقوق اللہ میں سے ہے (اور حقوق اللہ میں اقرار کے بعد رجوع معتبر ہے)۔

مسئلہ: شراب کا پینا دو گواہوں کی گواہی اور ایک دفعہ کے اقرار سے

ثابت ہو جاتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے اقرار میں دو بار کی شرط مقرر کی ہے، اور یہ اختلاف چوری کے باب میں اختلاف کی نظیر ہے، اور اسے ہم انشاء اللہ تعالیٰ وہاں بیان کریں گے۔

مسئلہ : اس میں عورتوں کی گواہی مردوں کے ساتھ قبول نہیں کی جائے گی اس لئے کہ عورتوں میں بدلیت کا شبہ اور بھٹکنے و بھول جانے کا امکان ہے (اللہ پاک نے فرمایا ان تضل احدیٰهما فتذکر احدیٰهما الاخریٰ۔ البقرہ آیت ۲۸۲ یعنی تاکہ ان میں سے اگر ایک بھٹک جائے تو دوسری عورت اسے یاد دلا دے، اور جس گواہی میں شبہ و تہمت ہو اس سے حد ثابت نہیں ہوتی)۔

مسئلہ : نشہ والا شخص جسے حد ماری جائے گی وہ ہے جو نہ کم نہ زیادہ کلام سمجھ سکے، اور عورت و مرد میں امتیاز نہ کر سکے۔ صاحب ہدایہؒ نے فرمایا کہ یہ مقدار امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہے اور صاحبینؒ نے فرمایا کہ نشہ والا شخص وہ ہے جس کا اکثر کلام بکواس اور ملا جلا ہو (اس کے کلام میں ربط نہ ہو) اس لئے کہ عرف میں یہی شخص نشہ والا کہلاتا ہے، اور اکثر مشائخ اسی قول کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ حدود جن اسباب سے ثابت ہوتی ہیں ان میں سے آخری سبب کو لیا جائے گا تاکہ حد دور کر سکیں (کیونکہ اس کا حکم ہے اگر ابتدائی اسباب کو لیا جائے گا تو حدود کا اثبات اکثر ہوگا اور یہ شریعت کی منشاء کے موافق نہیں ہے، اسی لئے آخری سبب کو لیں گے) اور نشہ کی انتہا یہ ہے کہ خوشی عقل پر غالب ہو جائے، اور اس سے مختلف چیزوں کے درمیان تمیز کرنے کی صفت کو سلب کر لے، اور نشہ کی اس سے کم مقدار ہوش کے شبہ سے خالی نہیں ہے۔ شراب کے پیالوں میں سے نشہ لانے والا وہ پیالہ

حرام ہونے کے حق میں معتبر ہے کہ جس کے پینے سے صاحبین کی بیان کی ہوئی مقدار
کے مطابق نشہ آجائے (یعنی شراب کا جس پیالہ پینے سے اتنا نشہ چڑھ جائے کہ اکثر کلام
بکواس ہو تو وہ پیالہ پینا حرام ہے اور اس سے کم حرام نہیں ہے) احتیاط پر عمل کرتے
ہوئے یہ حکم بالاجماع ہے۔ امام شافعیؒ نے نشہ کی مقدار میں اس کے چلنے اور ہاتھ
پاؤں کی حرکت میں نشہ ظاہر ہونے کا اعتبار کیا ہے۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ) یہ چیز
ایسی ہے کہ جس میں تفاوت ہوتا ہے (یعنی بعض لوگ زیادہ نشہ کر کے بھی ہوش میں
چل سکتے ہیں اور بعض تھوڑی مقدار سے ڈگمگا جاتے ہیں) اس لئے اس کا اندازہ
کر کے دلیل نہیں بنا سکتے۔

مسئلہ: نشہ والا شخص حالتِ نشہ میں اپنے بارے میں شراب پینے کا اقرار کرے
تو اسے حد نہیں ماری جائے گی۔ اس لئے کہ اس کے اقرار میں جھوٹ کا زیادہ احتمال
ہے، تو (اس احتمال کو) حد دور کرنے کے لئے بطور حیلہ استعمال کیا جائے گا کیونکہ
شراب کی حد خالص اللہ کا حق ہے، لیکن حد قذف کی حیثیت اس سے مختلف ہے
(کہ اس میں نشہ کی حالت میں اقرار سے حد ثابت ہو جائے گی) اس لئے کہ وہ حقوق
العباد میں سے ہے (تو بندہ کا حق متعلق ہونے کی وجہ سے جھوٹ کے احتمال کو
بطور حیلہ استعمال نہیں کر سکتے) اور حقوق العباد میں نشہ والا شخص بطور سزا ہوشمند
کی طرح ہے جیسا کہ اس کے اپنے تصرفات (طلاق وعتاق) میں اس کا حکم ہے (یعنی
نشہ والا شخص اپنی بیوی کو طلاق دے یا غلام کو آزاد کرے تو طلاق و آزادی واقع
ہو جاتی ہے اور یہ وقوع سزا کے طور پر ہوتا ہے، اسی طرح حقوق العباد میں نشہ باز
کا حکم سزا کے طور پر ہوشمند آدمی کی طرح ہے کہ اگر وہ کسی کو تہمت لگا کر یا نقصان
پہنچا کر اقرار کرے تو اس کا اقرار مقبول ہے اسی طرح نشہ باز کا اقرار بھی اس میں

مقبول ہے تاکہ اسے نشہ کرنے کی سزا ملے) اگر نشہ باز مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی اس سے جدا نہیں ہوگی (یعنی اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا) کیونکہ کفر اعتقادات میں سے ہے (جس کا تعلق دل سے ہے) اور یہ نشہ کے ساتھ ثابت نہیں ہوتا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ کا قول ہے مگر ظاہر روایت کے اعتبار سے وہ مرتد ہو جائے گا (اور اس کی بیوی اس سے جدا ہو جائے گی کیونکہ مسلمان عورت کافر کی بیوی نہیں بن سکتی)۔

باب حد القذف

تہمت لگانے کی حد کا بیان

مسئلہ: اگر ایک شخص محصن (پاکدامن) مرد یا محصنہ عورت کو صریح زنا کی تہمت لگائے اور جسے تہمت لگائی وہ حد کا مطالبہ کرے، اگر تہمت لگانے والا آزاد ہے تو حاکم اسے اسّی کوڑے بطور حد مارے گا۔ اس لئے کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ "اور وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں کو تہمت لگاتے ہیں ـــــــ پس انہیں اسّی کوڑے مارو۔ (النور آیت: ۴) اور آیت میں تہمت سے مراد بالاجماع زنا کی تہمت ہے، اور آیت میں اس کی طرف اشارہ بھی ہے جو کہ چار گواہوں کی شرط ہے، اس لئے کہ چار گواہ زنا کے ساتھ خاص ہیں اور اس میں مقذوف کے مطالبہ کی شرط ہے، اس لئے کہ اس میں عار دفع کرنے کی حیثیت سے اس کا حق ہے اور مقذوف کے محصن ہونے کی شرط قرآن کی آیت کی وجہ سے ہے۔

مسئلہ: علامہ قدوریؒ نے فرمایا کہ کوڑے اس کے متفرق اعضاء پہ مارے جائیں گے مصنف نے فرمایا اس وجہ سے جو زنا کی حد میں گزری (کہ مقصود زجر و دھمکانا ہے، ہلاک کرنا نہیں ہے اور ایک ہی جگہ کوڑے مارنے میں ہلاکت کا خطرہ ہے) اور اس کے کپڑے نہیں اتارے جائیں گے، اس لئے کہ اس کا سبب یقینی نہیں ہے۔ (ممکن ہے کہ قاذف اپنے قول میں سچا ہو لیکن گواہی قائم کرنے سے وہ عاجز ہو گیا جس کی وجہ سے اس کا کلام تہمت بن گیا) پس اس حد کو شدت کے ساتھ قائم نہیں کیا جائے گا، زنا کی حد اس سے مختلف ہے (کہ اس میں شدت ملحوظ ہے کیونکہ اس کا سبب یقینی ہے) مگر زائد کپڑے اور پوستین اتار لی جائیں گی، اس لئے کہ یہ چیزیں اسے تکلیف

پہنچانے میں مانع ہیں (اور تکلیف پہنچانا مقصود ہے)۔

مسئلہ: اگر قاذف غلام ہے اسے چالیس کوڑے مارے جائیں گے غلامی کی وجہ سے (کہ اس سے نعمت و سزا میں تخفیف ہو جاتی ہے)۔

صفتِ احصان یہ ہے کہ جسے تہمت لگائی گئی ہے وہ شخص آزاد، عاقل، بالغ، مسلمان اور فعلِ زنا سے پاک ہو۔ آزادی اس لئے کہ لفظ احصان کا استعمال آزادی کے لئے ہوتا ہے۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ "ان باندیوں پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے۔" (النساء آیت: ۲۵) آیت میں محصنات سے مراد آزاد ہیں۔ عاقل اور بالغ ہونا اس لئے (شرط ہے کہ عار لاحق ہونے کی وجہ سے حدِ قذف کا ثبوت ہے اور) بچے اور مجنون کو عار لاحق نہیں ہوتی کیونکہ ان دونوں سے شرعی فعل زنا کا تحقق و ثبوت نہیں ہوتا (کہ اس فعل کی وجہ سے یہ دونوں گناہگار نہیں ہوتے اور نہ ہی ان پر حد واجب ہوتی ہے، اور جب زنا کا تحقق نہیں ہوا تو زنا کی تہمت سے عار بھی لاحق نہیں ہوگی جیسے کسی جانور یا دیوار وغیرہ کو زانی کہنا)، اسلام اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "جس شخص نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ محصن نہیں ہے۔" اور عفیف (پاک) ہونا اس لئے کہ جو عفیف نہیں ہے اسے عار لاحق نہیں ہوتی اور قاذف بھی اس میں صادق ہے۔

مسئلہ: جس شخص نے دوسرے کے نسب کی نفی کی اور کہا کہ تو اپنے باپ کا نہیں ہے تو اسے حد ماری جائے گی۔ اور یہ اس صورت میں جبکہ اس کی ماں آزاد اور مسلمان ہو، اس لئے کہ حقیقت میں یہ اس کی ماں پر تہمت ہے کیونکہ نسب کی زانی سے نفی کی جاتی ہے نہ کہ غیر زانی سے (یعنی جس شخص نے زنا کیا اور اس وجہ سے

بچہ پیدا ہوا تو اس بچّہ کا نسب اس زانی سے ثابت نہیں ہو گا تو مذکورہ صورت میں نسب کی نفی کر کے اس کی ماں پہ زنا کی تہمت لگائی ہے، تو اگر وہ آزاد و مسلمان ہے تو حد ثابت ہو گی ورنہ غیر محصنہ ہونے کی صورت میں حد ثابت نہیں ہو گی)۔

اور اگر کسی نے دوسرے سے غصّہ میں کہا کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے حالانکہ فلاں اس کا باپ ہے جس کا وہ دعویٰ کرتا ہے تو کہنے والے کو حد ماری جائے گی اور اگر غصّہ کے بغیر کہا تو حد نہیں ماری جائے گی۔ اس لئے کہ غصّہ میں اس کلام سے حقیقت میں گالی دینا مراد ہوتا ہے اور غصّہ کے بغیر اس کلام سے عتاب مراد ہوتا ہے کہ وہ مروّت و اخلاق کے اسباب میں اپنے باپ کے ساتھ مشابہ نہیں ہے۔ اور اگر کہا کہ تو فلاں یعنی اس کے دادا کا بیٹا نہیں ہے تو حد نہیں ماری جائے گی، اس لئے کہ وہ اپنے کلام میں صادق ہے۔ اور اگر اس کے نسب کی نسبت اس کے دادا کی طرف کر دی (یعنی اسے کہا ابن فلاں اور فلاں اس کا دادا ہے) تو حد نہیں ماری جائے گی اس لئے کہ کبھی دادا کی طرف مجازاً نسبت کی جاتی ہے۔

مسئلہ: اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ "اے زانیہ کے بیٹے" اور اس کی ماں احصان کی حالت میں وفات پا چکی پھر بیٹے نے حد کا مطالبہ کیا تو قاذف کو حد لگائی جائے گی، اس لئے کہ اس نے محصنہ عورت پر اس کی وفات کے بعد تہمت لگائی۔

مسئلہ: میّت کی طرف سے حدِ قذف کا مطالبہ وہی کر سکتا ہے کہ جس کے نسب میں اس تہمت کی وجہ سے عیب واقع ہو، اور وہ شخص والد یا بیٹا ہے (دادا، پر دادا اور پوتا، پر پوتا بھی اس میں داخل ہیں) اس لئے کہ جزء ہونے کی وجہ سے عار

اسے بھی لاحق ہوتی ہے (کیونکہ بیٹا باپ کا جز ہے) تو تہمت معنوی طور پر بیٹے یا والد کو بھی شامل ہوگئی (تو یہ حدِ قذف کا میت کی طرف سے مطالبہ کر سکتے ہیں) امام شافعیؒ کے نزدیک ہر وارث کے لئے مطالبہ کا حق ثابت ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک جیساکہ ہم بیان کریں گے حدِ قذف میں وراثت جاری ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک مطالبہ کا اختیار وراثت کے طریق پر نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے جو ہم نے ذکر کی (کہ معنوی طور پر عار لاحق ہوتی ہے) اور اسی وجہ سے ہمارے نزدیک (باپ یا بیٹے) کو قتل کرنے والے میراث سے محروم (بیٹے یا باپ) کے لئے حدِ قذف کا مطالبہ ثابت ہے، اور بیٹی کے لڑکے یعنی نواسے کے لئے بھی اس مطالبہ کا حق ثابت ہے جیساکہ بیٹے کے لڑکے یعنی پوتے کے لئے ثابت ہے امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے۔ اور بیٹے کی موجودگی میں پوتے کے لئے یہ مطالبہ ثابت ہے، امام زفرؒ کا اس میں اختلاف ہے، (اگر وراثت کی وجہ سے اس مطالبہ کا حق ثابت ہوتا تو قتل کی وجہ سے محروم بیٹا یا باپ حدِ قذف کا مطالبہ نہیں کر سکتے، اسی طرح دوسرے مسئلہ میں نواسا اور تیسرے مسئلہ میں پوتا مطالبہ نہیں کر سکتا کیونکہ بیٹی کی اولاد یعنی نواسا اور بیٹے کی موجودگی میں پوتا وارث نہیں بنتا)۔

مسئلہ: اگر مقذوف محصن ہو تو اس کے کافر بیٹے اور غلام کے لئے حد کا مطالبہ کرنا جائز ہے۔ امام زفرؒ کا اس میں اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ معنوی طور پر تہمت بیٹے کو بھی شامل ہے، اس لئے کہ عار اس کی طرف لوٹ رہی ہے، اور (یہ عار تبعاً نہیں ہے، اس لئے کہ) حدِ قذف کے مطالبہ کا حق ہمارے نزدیک وراثت کی وجہ سے نہیں ہے (بلکہ عار لاحق ہونے کی وجہ سے ہے) تو وہ کافر بیٹا یا غلام اس شخص کی

طرح ہوگیا جیسے حقیقی و معنوی دونوں طور پر عار لاحق ہو (اور اگر کافر یا غلام کو عار لاحق ہو تو وہ محصن نہ ہونے کی وجہ سے حدِ قذف کا مطالبہ نہیں کر سکتے، اسی طرح کافر بیٹا یا غلام اپنے مسلمان باپ یا اپنے آقا کی طرف سے حدِ قذف کا مطالبہ نہیں کر سکتے) ہماری دلیل یہ ہے کہ اس نے محصن شخص پر تہمت لگا کر اسے (یعنی کافر بیٹے کو) عار دلائی ہے تو وہ اس قاذف کو حدِ قذف کی وجہ سے پکڑ سکتا ہے اور یہ اس لئے کہ جس شخص کو زنا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اس میں احصان شرط ہے تاکہ کامل طور پر عار واقع ہو (مذکورہ صورت اسی طرح ہے کہ تہمت محصن شخص پر لگائی ہے) اور یہ کامل عار اس کے بیٹے کی طرف لوٹے گی اور (بیٹا اگرچہ کافر ہے لیکن) کفر (و غلامی) حق حاصل کرنے کی اہلیت کے منافی نہیں ہے (پس کافر بیٹا اور غلام مطالبہ کر سکتے ہیں) اگر تہمت کافر یا غلام کو بذاتہ شامل ہو تو اس کا حکم اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ زنا کی طرف منسوب شخص میں احصان نہ ہونے کی وجہ سے کامل طور پر عار نہیں پائی گئی۔

مسئلہ: غلام اپنے آقا سے (اگر اس نے غلام کی آزاد ماں پر تہمت لگائی ہے تو وہ) اپنی آزاد ماں کی تہمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا اور نہ بیٹا اپنے باپ سے (اگر اس نے بیٹے کی آزاد ماں پر تہمت لگائی ہے تو وہ) اپنی آزاد ماں کی تہمت کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ آقا کو اس کے غلام کی وجہ سے سزا نہیں دی جاتی اور اسی طرح باپ کو اس کے بیٹے کی وجہ سے سزا نہیں دی جاتی، اور اسی وجہ سے باپ سے بیٹے کو قتل کرنے کی صورت میں اور آقا سے غلام کو قتل کرنے کی صورت میں قصاص نہیں لیا جاتا۔ اگر اس آزاد عورت کا اس قاذف (باپ یا آقا) کے علاوہ سے بیٹا ہو تو وہ مطالبہ کر سکتا ہے اس لئے کہ سبب ثابت ہو گیا اور مانع منعدم ہو گیا۔

مسئلہ: اگر کسی نے دوسرے کو تہمت لگائی اور مقذوف مرگیا تو حد باطل ہوجائے گی۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ حد باطل نہیں ہوگی۔ اگر حد (کی سزا میں سے اس) کا کچھ حصہ قائم ہونے کے بعد مقذوف مرگیا تو باقی حد ہمارے نزدیک باطل ہوجائے گی۔ امام شافعیؒ کا اس میں اختلاف ہے اس بنا پر کہ ان کے نزدیک اس میں میراث جاری ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک میراث جاری نہیں ہوتی اور (اس اختلاف کی تفصیل یہ ہے کہ) اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس میں شریعت کا بھی حق ہے اور بندہ کا بھی حق ہے اس لئے کہ یہ مقذوف سے عار دور کرنے کے لئے مشروع کی گئی ہے۔ اور مقذوف ہی خاص طور پر اس سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس جہت سے اس میں بندہ کا حق ہوا، اور یہ زجر و توبیخ (ڈرانے ودھمکانے) کے لئے مشروع کی گئی اور اسی وجہ سے اس کا نام حدّ رکھا گیا اور زجر و توبیخ کرنے والی سزا کی مشروعیت کا مقصد عالم کو فساد سے خالی کرنا ہے۔ اور (حدِ قذف میں) یہ شریعت کے حق کی نشانی ہے اور ہر ایک حق سے متعلق احکام شاہد ہیں[1]۔ اور جب دونوں جہتیں متعارض ہوگئیں تو امام شافعیؒ بندہ کے محتاج ہونے اور شارع کے مستغنی ہونے کے اعتبار سے بندہ کے حق کو مقدم کرتے ہوئے اس کے حق کو غالب کرنے کی طرف مائل ہوئے۔ اور ہم شارع کے حق کو غالب کرنے کی طرف مائل ہوئے، اس لئے کہ بندہ کا جو بھی حق ہے اس کے لئے اس کا مولا یعنی باری تعالے

---

[1] بندہ کے حق سے متعلق احکام یہ ہیں کہ تاخیر کے بعد بھی گواہی سے اس حق کو حاصل کرسکتے ہیں، اقرار کے بعد اس میں رجوع صحیح نہیں ہے اور اسی طرح صاحبِ حق مقدمہ کئے بغیر اسے حاصل نہیں کرسکتا جبکہ شرعی حق میں یہ احکام اس کے برعکس ہیں اور شریعت کے حق سے متعلق احکام یہ ہیں کہ حاکم یا اس کا نائب اس حق کو حاصل کرسکتا ہے، قاذف کو اس میں حلف نہیں دیا جاتا، ساقط ہونے کی صورت میں مال سے نہیں بدلتی اور نہ ہی اس میں وراثت جاری ہوتی ہے جبکہ بندہ کے حق میں یہ احکام اس کے برعکس ہوتے ہیں تو حدِ قذف میں دونوں کے حق ہوئے۔

اس کی سرپرستی کرے گا اور بندہ کو اس کا حق مل جائے گا تو اس اعتبار سے بندہ کے حق کی رعایت ہو گئی اور اس کا عکس نہیں ہے (یعنی شارع کے حق کی سرپرستی کرنے والا کوئی نہیں ہے) اس لئے کہ بندہ کو سوائے نیابت کی صورت کے شریعت کے حقوق حاصل کرنے کی ولایت نہیں ہے (تو شریعت کے حقوق کی رعایت نہیں ہوئی، خلاصہ یہ ہوا کہ شریعت کے حق کو غالب کرنے میں بندہ کے حق کی ضمناً رعایت ہے لیکن بندہ کے حق کو غالب کرنے میں شریعت کے حق کی ضمناً بھی رعایت نہیں ہے، اس لئے شریعت کے حق کو غالب کرنا اس کے عکس کرنے سے بہتر ہے) اور یہ مشہور اصل ہے جس پر مختلف فیہ فروع کی تخریج ہوتی ہے۔ ان فروع میں سے ایک وراثت ہے (کہ ہمارے نزدیک حدِ قذف میں وراثت جاری نہیں ہوتی مگر امام شافعیؒ کے نزدیک جاری ہوتی ہے) اس لئے کہ وراثت حقوق العباد میں جاری ہوتی ہے، شریعت کے حقوق میں جاری نہیں ہوتی۔ اور ان میں سے معاف کرنا ہے کہ ہمارے نزدیک مقذوف کو معاف کرنا صحیح نہیں ہے مگر ان کے نزدیک صحیح ہے (اس لئے کہ حقوق العباد صاحبِ حق کے معاف کرنے سے ساقط ہو جاتے ہیں جبکہ حقوق اللہ ساقط نہیں ہوتے) اور ان میں سے ایک فرع یہ ہے کہ (ہمارے نزدیک) حدِ قذف کا عوض دینا جائز نہیں ہے (اس لئے کہ یہ حق الشرع ہے اور قیاس کرکے اس کا عوض نہیں دیا جا سکتا جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک عوض دے سکتے ہیں، اس لئے کہ حقوق العباد کا عوض دیا جا سکتا ہے) اور حدِ قذف میں تداخل جاری ہوتا ہے (کہ متعدد قذف کے نتیجے میں ایک سزا مل جائے اور وہ سب کی طرف سے کافی ہو) جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک یہ تداخل جاری نہیں ہوتا (اس لئے کہ حقوق العباد میں تداخل نہیں ہو سکتا بلکہ ہر صاحبِ حق اس سے اپنا الگ

الگ حق وصول کرے گا)۔ معاف کرنے کے مسئلہ میں امام ابو یوسف کا قول امام شافعیؒ کے قول کی طرح ہے۔ اور ہمارے اصحاب میں سے بعض نے کہا کہ اس میں حق العبد غالب ہے اور اس پر احکام کی تخریج کی لیکن پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔

مسئلہ: جس شخص نے تہمت کا اقرار کیا پھر رجوع کیا تو اس کا رجوع مقبول نہیں ہے، اس لئے کہ مقذوف کا اس میں حق ہے تو صاحب حق رجوع کی صورت میں اس کی تکذیب کر رہا ہے۔ جو خالص اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس کا حکم اس کے خلاف ہے، اس لئے کہ رجوع کرنے میں اس کی تکذیب کرنے والا (ظاہر کے اعتبار سے) کوئی نہیں۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے کسی عربی کو "یا نبطی"[۱] کہا تو حد نہیں ماری جائے گی، اس لئے کہ اس کلام سے اخلاق یا فصیح نہ ہونے میں تشبیہ مراد ہوتی ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ "تو عربی نہیں ہے" تو جو وجہ ہم نے بیان کی، اسی وجہ سے اسے حد نہیں ماری جائے گی۔

مسئلہ: اگر کسی نے کسی شخص کو "اے آسمان کے پانی کے بیٹے"[۲] کہا تو وہ قاذف نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کلام سے سخاوت، سماحت اور صفائی و خالص ہونے میں تشبیہ مراد ہوتی ہے، اس لئے کہ آسمان کے پانی کے صاف اور سخی ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ لقب دیا جاتا ہے۔

---

[۱] عراق کے گاؤں کی ایک قوم ہے اور اس کی طرف نسبت کرنا مذموم سمجھا جاتا ہے۔

[۲] عامر بن حارثہ ازدی کا لقب اس کی سخاوت کی وجہ سے اور منذر بن امرؤ القیس کی والدہ کا لقب خوبصورتی کی وجہ سے ہے۔

مسئلہ: اگر کسی شخص کو اس کے چچا یا ماموں یا اس کی والدہ کے شوہر (یعنی سوتیلے باپ) کی طرف منسوب کیا تو وہ قاذف نہیں ہوگا، اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک کو باپ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ پہلے (یعنی چچا کو باپ کے نام سے پکارنے) کی دلیل اللہ پاک کا قول ہے "کہ ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباء ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق کے معبود کی عبادت کرتے ہیں" (البقرہ آیت: ۱۳۳ یہ کلام حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں نے ان کے سامنے کیا) اور حضرت اسماعیلؑ حضرت یعقوبؑ کے چچا تھے (اور آیت میں انہیں آباء کے ذیل میں شمار کیا گیا) اور دوسرے (یعنی ماموں کو باپ کہنے کی) دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ "ماموں باپ ہے" اور تیسرے (یعنی سوتیلے باپ) کو تربیت کی وجہ سے باپ کہا جاتا ہے۔

مسئلہ: اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ "زنأت فی الجبل" (یعنی تو پہاڑ میں چڑھا یا تو نے پہاڑ میں زنا کیا) اور اس نے کہا کہ میں نے اس کلام سے پہاڑ پر چڑھنا مراد لیا ہے تو امام ابوحنیفہؒ و ابو یوسفؒ کے نزدیک حد ماری جائے گی اور امام محمدؒ کے نزدیک حد نہیں ماری جائے گی۔ اس لئے کہ لفظ زنا ہمزہ کے ساتھ حقیقت میں اوپر چڑھنے کے معنی میں ہے۔ (اس کی دلیل یہ ہے کہ) عرب کی ایک شاعرہ نے کہا "پہاڑ میں چڑھتے ہوئے نیکیوں کی طرف چڑھ (اس میں زنا چڑھنے کے معنی میں ہے اور فی جو ظرف کے لئے ہے وہ بھی استعمال ہوا ہے) اور پہاڑ کا ذکر مراد کو ثابت کر رہا ہے شیخین کی دلیل یہ ہے کہ برے فعل میں بھی ہمزہ کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اس لئے کہ بعض عرب غیر مہموز پر ہمزہ استعمال کرتے ہیں جس طرح کہ ہمزہ والے حرف کو بغیر ہمزہ کے استعمال کرتے ہیں (اور قرینہ سے کسی ایک کی تعیین ہوگی) اور غصہ و گالی کی حالت برے فعل

کی مراد کو "یازانی"، "زنائت" کہنے کے درجہ میں متعین کر رہی ہے (یعنی گویا کہ اس نے یازانی ہمزہ کے ساتھ یازنائت کہا اور اس طرح کہنے سے بالاتفاق قذف ثابت ہو جاتا ہے۔ امام محمدؒ کے قرینہ کا یہ جواب ہے کہ) پہاڑ کا ذکر اوپر چڑھنے کی مراد کو اس وقت متعین کرتا ہے جبکہ وہ کلمہ علیٰ کے ساتھ ملا ہوا ہو، اس لئے کہ یہ کلمہ اسی (یعنی اوپر چڑھنے) کے لئے مستعمل ہے۔ اگر کہا "زنائت علی الجبل" تو بعض نے کہا کہ حد نہیں ماری جائے گی اس وجہ سے جو ابھی ہم نے ذکر کی (کہ جب کلمہ علیٰ کے ساتھ ہو) اور بعض نے کہا کہ حد ماری جائے گی اس معنیٰ کی وجہ سے جو ہم نے پہلے ذکر کئے (کہ غصہ کی حالت اسے متعین کرتی ہے)۔

مسئلہ: اگر کسی نے دوسرے سے کہا کہ "اے زانی" اس نے جواباً کہا "نہیں بلکہ تو" تو دونوں کو حد ماری جائے گی۔ اس لئے کہ دوسرے کے جواب کے معنی یہ ہیں کہ نہیں بلکہ تو زانی ہے کیونکہ بل کلمہ عطف ہے جس کے ذریعہ غلطی کا تدارک کیا جاتا ہے تو پہلے کلام میں جو خبر (زانی) مذکور ہے وہ دوسرے کلام "نہیں بلکہ تو" میں بھی مذکور ہو گئی (اور دونوں کا کلام قذف ہو گیا)۔

مسئلہ: اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا "اے زانیہ" بیوی نے کہا "نہیں بلکہ تو" تو عورت کو حد ماری جائے گی اور لعان نہیں ہو گا۔ اس لئے کہ حقیقت میں دونوں قاذف ہیں اور مرد کے قذف سے لعان واجب ہو رہا ہے (اس لئے کہ شوہر جب بیوی پر تہمت لگاتا ہے تو اس سے لعان واجب ہوتا ہے) اور عورت کی تہمت سے حد واجب ہو رہی ہے اور عورت پر حد کی ابتدار کرنے میں لعان کو باطل کرنا ہے اس لئے کہ تہمت کا سزا یافتہ شخص لعان کا اہل نہیں ہے (کیونکہ لعان کی اہلیت گواہی کی اہلیت پر اعتماد کرتی ہے اور تہمت کا سزا یافتہ شخص گواہی کا اہل نہیں ہے) اور اس کا

عکس (کہ لعان پہلے اور حد بعد میں ہو اس طرح) کرنے میں کسی بھی چیز کو باطل کرنا نہیں ہے (اس لئے کہ لعان کے بعد دونوں میں جدائی ہو جائے گی اور عورت اجنبیہ ہو جائے گی اور کوئی عورت کسی مرد پر تہمت لگاتے تو اسے حد ماری جاتی ہے) تو لعان دور کرنے کے لئے یہ حیلہ (کہ عورت کو پہلے حد لگے) کیا جائے گا کیونکہ لعان حد کے معنیٰ میں ہے (اور حدود بقدرِ استطاعت دور کرنے کا حکم ہے اور اس حکم پر عمل اسی صورت میں ہو سکتا ہے)۔

مسئلہ: اگر عورت نے (جواب میں) کہا کہ میں نے تیرے ساتھ زنا کیا تو حد اور لعان دونوں نہیں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت نے یہ کلام مرد کے "اے زانیہ" کہنے کے بعد (جواباً) کہا۔ (عورت پر حد اور مرد پر لعان دونوں نہیں ہیں) اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک میں شک واقع ہو گیا، کیونکہ (عورت کے جواب میں) یہ احتمال ہے کہ اس نے نکاح سے پہلے کے زنا کا ارادہ کیا ہو اور (اس صورت میں عورت پر) حد واجب ہو گی لعان واجب نہیں ہو گا اس لئے کہ عورت نے مرد کے کلام ("اے زانیہ") کی تصدیق کر دی (تو عورت پر حد زنا واجب ہو گی) اور مرد کی جانب سے یہ تصدیق نہیں پائی گئی (تو اس پر کوئی سزا واجب نہیں ہو گی) اور یہ بھی احتمال ہے کہ عورت نے یہ ارادہ کیا ہو کہ میری حلال وطئ جو تیرے ساتھ نکاح کے بعد ہوئی اس لئے کہ میں نے اپنے اوپر تیرے سوا کسی کو قدرت نہیں دی، اور اس جیسی حالت میں یہی مراد ہوتا ہے اور اس اعتبار سے لعان واجب ہوتا ہے، عورت پر حد واجب نہیں ہوتی کیونکہ مرد کی جانب سے بیوی پر تہمت پائی گئی (جس سے لعان واجب ہوتا ہے) اور عورت کی جانب سے مرد پر تہمت نہیں پائی گئی تو جو حکم ہم نے بیان کیا وہی آجائے گا (کہ حد اور لعان دونوں نہیں آئیں گے اس لئے کہ دونوں کے وقوع و عدم وقوع میں شک واقع ہو گیا)۔

مسئلہ: جس شخص نے بچہ کا اقرار کر لیا (کہ یہ میرا بچہ ہے) پھر اس کی نفی کی (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) تو لعان کیا جائے گا۔ اس لئے کہ اس کے اقرار کی وجہ سے نسب اس پر لازم ہو گیا اور اس کے بعد نفی کرنے کی وجہ سے وہ بیوی کو تہمت دینے والا ہو گیا تو لعان کیا جائے گا۔ اور اگر اس نے پہلے نفی کی (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) پھر اس کا اقرار کر لیا تو اسے حدِ قذف ماری جائے گی، اس لئے کہ اس نے (نفی کے بعد اقرار سے) جب اپنے آپ کو جھٹلا دیا تو لعان (جو نفی کی وجہ سے واجب ہوا تھا اقرار سے) باطل ہو گیا، اس لئے کہ لعان ایک ضرورت کے تقاضہ کی بناء پر حد ہے (اصل نہیں ہے) کیونکہ اسے آپس کے جھٹلانے کی ضرورت کی وجہ سے اختیار کیا جاتا ہے اور اس باب میں اصل حدِ قذف ہے اور جب آدمی نے (نفی کے بعد اقرار سے) جھٹلانے یعنی لعان کو باطل کر دیا تو اصل کو اختیار کیا جائے گا (جو کہ حدِ قذف ہے) اور دونوں صورتوں (یعنی اقرار کے بعد نفی اور اس کے عکس) میں بچہ اسی کا ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے بچہ کا پہلے اقرار کر لیا (پہلی صورت میں) یا بعد میں اقرار کر لیا (دوسری صورت میں) اور پہلی صورت میں لعان واجب نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ بچے کے نسب کی نفی کی وجہ سے لعان واجب ہوتا ہے اور جب اس کی نفی نہیں ہوئی تو لعان بھی واجب نہیں ہونا چاہیئے لیکن اس کا وجوب اس لئے ہے کہ) لعان قطعِ نسب کے بغیر بھی صحیح ہے جیسا کہ بغیر بچہ کے صحیح ہے (یعنی لعان کے لئے ضروری نہیں کہ بچہ کے نسب کی نفی ہو بلکہ بیوی پر تہمت لگانے سے لعان ثابت ہو جاتا ہے جس طرح کہ اگر بچہ پیدا نہ ہو اور تہمت لگا دے تو لعان ثابت ہو جائے گا، پس پہلی صورت میں تہمت کی وجہ سے لعان ثابت ہو جائے گا)۔ اور اگر کہا کہ میرا بیٹا نہیں ہے اور نہ ہی تیرا بیٹا تو حد اور لعان دونوں نہیں ہوں گے اس لئے کہ اس نے ولادت سے انکار کیا ہے اور اس سے وہ قاذف نہیں ہوگا۔

مسئلہ: جس نے ایسی عورت کو تہمت لگائی جس کی اولاد ہے اور ان کا باپ معلوم

نہیں، یا ایسی عورت کو تہمت لگائی جس سے بچّہ کی وجہ سے لعان کیا گیا اور بچّہ زندہ ہے یا بچّہ کے مرنے کے بعد اسے تہمت دی تو اس پر (ان تمام صورتوں میں) کوئی حد نہیں ہوگی اس لئے کہ عورت کی جانب سے زنا کی نشانی موجود ہے اور وہ ایسے بچّہ کی ولادت ہے جس کا باپ معلوم نہیں (اس لئے کہ بچّہ کی وجہ سے لعان کی ہوئی عورت کے بچّہ کا نسب اس کے شوہر سے ثابت نہیں ہوتا بلکہ ماں سے ثابت ہوتا ہے تو دونوں صورتوں میں باپ معلوم نہیں) اور اس طرف نظر کرتے ہوئے عفت (پاکیزگی) فوت ہو گئی اور وہ احصان کی شرط ہے (اور جب شرط نہیں پائی گئی تو محصنہ نہیں ہوئی اور حد محصنہ عورت پر تہمت لگانے سے ثابت ہوتی ہے)۔

مسئلہ: اگر ایسی عورت پر تہمت لگائی جس نے بچّہ کے علاوہ (کسی اور وجہ سے) لعان کیا تو تہمت لگانے والے پر حد قذف ہے۔ اس لئے کہ زنا کی نشانی معدوم ہے (جو کہ بچّہ ہے)۔

مسئلہ: اگر کسی شخص نے اپنی ملکیت کے علاوہ میں حرام وطی کی تو اس کے قاذف کو حد نہیں لگائی جائے گی۔ اس لئے کہ عفت فوت ہو گئی اور وہ احصان کی شرط ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ قاذف اپنے کلام میں صادق ہے، (اس مسئلہ میں کچھ تفصیل ہے اس لئے مصنفؒ نے فرمایا کہ) اور اس باب میں اصل یہ ہے کہ جس شخص نے ایسی وطی کی جو بذاتہ حرام ہے (جیسے اجنبیہ عورت سے زنا کرنا) تو اس وطی کی تہمت پر حد واجب نہیں ہوگی اس لئے کہ بذاتہ حرام وطی زنا ہے، اور اگر وطی غیر کی وجہ سے حرام ہے (جیسے مجوسی باندی سے وطی کرنا) تو اس کی تہمت سے حد واجب ہوگی، اس لئے کہ یہ زنا نہیں ہے (اور حرمت اس کے مجوسی ہونے کی وجہ سے ہے۔ بذاتہ حرام اور غیر کی وجہ سے حرام کی تفصیل یہ ہے کہ) ایسی عورت سے وطی کرنا جو تمام وجوہ سے یا بعض وجوہ سے ملکیت میں نہیں ہے بذاتہ حرام ہے (جیسے اجنبیہ عورت سے یا مشترکہ باندی سے وطی کرنا) اور اسی طرح ایسی عورت سے وطی کرنا جو ملکیت میں ہے لیکن حرمت ہمیشہ کے لئے ہے (جیسے رضاعی

بہن جو ملکیت میں ہے، اس سے وطی کرنا بھی بذاتہ حرام ہے) اور اگر حرمت وقتی ہے تو (اس میں) حرمت غیر کی وجہ سے ہے (جیسے حالتِ حیض میں بیوی سے وطی) امام ابو حنیفہؒ نے یہ بھی شرط مقرر کی ہے کہ ہمیشہ کی حرمت اجماع یا مشہور حدیث سے ثابت ہو تاکہ بغیر کسی تردد کے حرمت ثابت ہو (کیونکہ حدود تردد سے ساقط ہو جاتی ہیں)۔

اس کا بیان یہ ہے کہ کسی شخص نے اگر ایسے آدمی پر تہمت لگائی جس نے اپنے اور دوسرے کے درمیان مشترکہ باندی سے وطی کی تو تہمت لگانے والے پر حد نہیں آئے گی ۔ اس لئے کہ بعض وجوہ کے اعتبار سے ملکیت معدوم (ہونے کی بنا پر یہ وطی زنا) ہے اور اسی طرح اگر ایسی عورت پر تہمت لگائی جس نے اپنی نصرانیت کے زمانہ میں زنا کیا (تو قاذف پر حد نہیں آئے گی) کیونکہ ملکیت معدوم ہونے کی وجہ سے زنا ثابت ہو گیا اور اسی وجہ سے اس عورت پر زنا کی حد واجب ہو گی ۔

مسئلہ: اگر ایسے آدمی کو تہمت لگائی جس نے اپنی مجوسی باندی سے یا حائضہ بیوی سے یا اپنی مکاتبہ باندی سے وطی کی تو اس پر حدِ قذف ہو گی ۔ اس لئے کہ وقتی ملکیت کے قیام کے ساتھ حرمت غیر کی وجہ سے ہوتی ہے (اور ان تینوں صورتوں میں وقتی حرمت ہے) تو وطی زنا نہیں ہوئی ۔ امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ مکاتبہ باندی سے وطی احصان کو ساقط کر دیتی ہے اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے (یعنی مکاتبہ باندی سے وطی کرنے والے کو تہمت لگانے والے پر حد جاری نہیں ہو گی) اس لئے کہ مکاتبہ باندی میں وطی کے حق میں ملکیت زائل ہو جاتی ہے (اور آقا اپنی مکاتبہ باندی سے وطی نہیں کر سکتا) اسی وجہ سے وطی کرنے کی صورت میں تاوان لازم ہوتا ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ ذات کی ملکیت باقی ہے اور حرمت غیر کی وجہ سے ہے اس لئے کہ وہ وقتی ہے (اور وقتی حرمت غیر کی وجہ سے ہوتی ہے)۔

مسئلہ: اگر ایسے آدمی کو تہمت لگائی جس نے اپنی باندی سے وطی کی اور وہ اس کی رضاعی بہن ہے تو قاذف کو حد نہیں ماری جائے گی۔ اس لئے کہ حرمت ہمیشہ کے لئے ہے اور یہی صحیح روایت ہے (غیر صحیح روایت یہ ہے کہ اس سے احصان ساقط نہیں ہوگا) اگر مکاتب (جو کہ غلام ہونے کی وجہ سے محصن نہیں ہے اس) کو تہمت لگائی اور وہ مرگیا اور بدل کتابت پورا کرنے کے لئے مال چھوڑا (کہ جس کے ادا کرنے سے اس میں آزادی آسکتی ہے) تو قاذف پر حد نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ آزادی میں صحابہ کرامؓ کے اختلاف (کہ وہ آزاد مرا ہے یا غلام اس) کی وجہ سے شبہ نے قرار پکڑ لیا (اور شبہ سے حد ساقط ہوجاتی ہے اس لئے آزادی میں شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہوگئی)۔

مسئلہ: اگر ایسے مجوسی پر تہمت لگائی جس نے اپنی ماں کے ساتھ شادی کی اور وہ مسلمان ہوگیا تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قاذف کو حد لگائی جائے گی مگر صاحبینؒ کے نزدیک اس پر کوئی حد نہیں ہے۔ یہ مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ مجوسی اگر محارم کے ساتھ شادی کرے تو مجوسیوں کے درمیان امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ صحیح ہے۔ صاحبینؒ کا اس میں اختلاف ہے اور یہ بحث نکاح (اہل الشرک) کے باب میں گزر چکی۔

مسئلہ: اگر حربی ہمارے شہر میں امان کے ساتھ داخل ہوا اور مسلمان کو تہمت لگائی تو اسے حد ماری جائے گی (کیونکہ حربی غیر مسلم ہے اس لئے حد اس پر سے ساقط ہوجانی چاہیئے لیکن ساقط نہیں ہوگی) کیونکہ اس میں بندہ کا حق ہے اور اس نے حقوق العباد ادا کرنے کا عہد کیا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس نے اس چیز کی امید لگائی ہے کہ اسے ایذاء نہیں دی جائے تو وہ خود بھی اس کا پابند ہوگا کہ وہ کسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور نہ ہی ایذاء واجب کرنے والی چیز (مثلاً تہمت وغیرہ) کا استعمال کرے۔

مسئلہ: اگر مسلمان کو حد قذف ماری گئی تو اس کی گواہی ساقط ہوجائے

گی اگرچہ توبہ کرلے۔امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر توبہ کرلے تو قبول کرلی جائے گی اور
یہ تفصیل سے شہادات کے باب میں معلوم ہوگا۔

مسئلہ: اگر کافر کو حدِ قذف ماری گئی تو اس کی گواہی اہلِ ذمہ کے خلاف
جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسے اپنی جنس (یعنی کافر) کے خلاف گواہی دینے کا حق
ہے (مسلمان کے خلاف اس کی ہر گواہی مقبول نہیں ہے) تو حد تام کرنے کے لئے
اس کی گواہی ردّ کر دی جائے گی۔ اگر وہ مسلمان ہوگیا تو اس کی گواہی غیر مسلموں اور
مسلمانوں کے خلاف قبول کی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ ایسی گواہی ہے جسے اس نے اسلام
کے بعد حاصل کیا ہے تو ردّ کے تحت داخل نہیں ہوگی۔ غلام کو اگر حدِ قذف لگائی
جائے پھر آزاد کر دیا جائے تو اس کی حیثیت اس سے مختلف ہے کہ اس کی گواہی اب
بھی مقبول نہیں (جبکہ کافر قاذف کی گواہی اسلام کے بعد مقبول ہے، اس فرق کی
وضاحت کے لئے فرمایا) اس لئے کہ غلامی کی حالت میں اسے کوئی گواہی دینے کا حق
حاصل نہیں تھا تو آزادی کے بعد اس کی گواہی کو رد کرنا حدّ کو تام کرنے کے قبیل
میں سے ہے (جبکہ کافر کو اسلام سے پہلے گواہی دینے کا حق حاصل تھا) اگر کافر کو
حدِ قذف میں ایک کوڑا مارا گیا پھر وہ مسلمان ہوگیا پھر باقی کوڑے مارے گئے
تو اس کی گواہی جائز ہے۔ اس لئے کہ گواہی کو ردّ کرنا حد کو تام کر دیتا ہے
تو یہ ردّ حدّ کی صفت ہوگیا اور اسلام کے بعد قاذف پر حد کا کچھ حصہ قائم ہوا ہے
تو گواہی ردّ کرنا اس کی صفت نہیں بنے گی (اس لئے کہ وہ کامل حد کی صفت ہے
نہ کہ بعض حد کی) امام ابویوسفؒ سے مروی ہے کہ اس کی گواہی ردّ کر دی جائے گی
اس لئے کہ قلیل کثیر کے تابع ہوتا ہے (اور اسلام سے پہلے قائم حد قلیل ہے

اور اسلام کے بعد قائم حد کثیر ہے تو گویا کامل حد اسلام کے بعد قائم ہوئی اور مسلمان قاذف کی گواہی مقبول نہیں) پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔

مسئلہ: جس شخص نے متعدد دفعہ تہمت لگائی یا زنا کیا یا شراب پی پھر اسے حد ماری گئی تو یہ حد تمام کے لئے کافی ہو جائے گی (یعنی متعدد دفعہ کام کیا اور آخر میں حد لگی تو ہر زنا یا ہر قذف یا ہر شراب پینے پر الگ الگ حد نہیں ہوگی) آخری دو فعل (یعنی زنا اور شراب پینا ان کی حد خالص حقوق اللہ ہے) اس لئے کہ اللہ کے حقوق کے لئے حد قائم کرنے کا مقصد دھمکانا ہے اور پہلی حد کے ساتھ اس کا حصول محتمل ہے تو دوسری حد قائم کرنے میں مقصود کے فوت ہونے کا شبہ ثابت ہو گیا (یعنی متعدد دفعہ ایک قسم کے فعل کے بعد جب پہلی بار حد قائم ہوئی تو مقصود حاصل ہو گیا۔ تو اگر دوسری حد پہلے افعال کے لئے قائم کریں گے تو اس میں مقصود کے فوت ہونے کا شبہ ہے اور شبہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے) اور یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے کہ اگر اس نے زنا کیا اور تہمت لگائی اور چوری کی اور شراب پی (تو تمام افعال کے لئے ایک حد قائم نہیں ہوگی بلکہ ہر فعل کے لئے الگ الگ حد قائم ہوگی) اس لئے کہ ہر جنس (فعل کی حد) کا مقصد دوسرے جنس (فعل کی حد) کے مقصد کے علاوہ ہے (کیونکہ زنا کی حد کا مقصد نسب کی حفاظت، چوری کی حد کا مقصد مال کی حفاظت شراب کی حد کا مقصد عقول کی حفاظت اور تہمت کی حد کا مقصد عزت کی حفاظت ہے)، اس لئے تداخل نہیں ہوگا (اور ہر جنسِ فعل کی حد الگ الگ قائم ہوگی) اور حدِ قذف (اگرچہ اس میں حق العبد ہے لیکن) ہمارے نزدیک اس میں غالب حق اللہ ہے، پس یہ حد ان دونوں (یعنی حدِ زنا و شراب) کے ساتھ ملحق ہو جائے گی۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر تہمت زدہ شخص مختلف ہو جائے (یعنی متعدد لوگوں کو تہمت لگائی) یا

جس کے ساتھ تہمت لگائی جاتی ہے وہ مختلف ہوجائے جوکہ زنا ہے (کہ ایک شخص کو پہلے ایک زنا کی تہمت لگائی، پھر بعد میں اسی شخص کو دوسرے زنا کی تہمت لگائی) تو تداخل نہیں ہوگا (اور ہر ایک تہمت کی الگ سزا ملے گی) اس لئے کہ ان کے نزدیک اس میں حق العبد غالب ہے۔

فصل فی التعزیر

تعزیر کا بیان

(حدود شرعیہ جوکہ چار ہیں ان کے علاوہ جو سزا حاکم مجرم کو اپنی صوابدید سے دے وہ تعزیر کہلاتی ہے) اگر کسی شخص نے غلام یا باندی یا ام ولد (وہ باندی جس سے آقا کا بچہ پیدا ہو) یا کافر کو زنا کی تہمت لگائی تو تعزیر کی جائے گی۔ اس لئے کہ یہ تہمت (قذف) کا جرم ہے اور (اس میں حد آنی چاہیئے تھی لیکن) احصان نہ ہونے کی وجہ سے حد کا وجوب ممنوع ہوگیا تو تعزیر واجب ہوگئی۔ اسی طرح اگر مسلمان کو زنا کے علاوہ کسی اور چیز کی تہمت لگائی مثلاً کہا اے فاسق یا اے کافر یا اے خبیث یا اے چور (تو تعزیر کی جائے گی) اس لئے کہ یہ تکلیف پہنچانا اور عیب کو اس کے ساتھ ملحق کرنا ہے اور (قیاس کرکے اسے حدود کے ساتھ نہیں ملا سکتے کیونکہ) حدود میں قیاس کا دخل نہیں ہے تو (حد کے ممنوع ہونے کی وجہ سے) تعزیر واجب ہوگئی مگر یہ کہ پہلی جنایت (یعنی غیر محصن کو زنا کی تہمت لگانے کی صورت) میں تعزیر زنا کی حد کی انتہاء تک پہنچے گی (یعنی کامل حد نہیں ہوگی بلکہ اس سے ایک دو کوڑے کم) اس لئے کہ یہ جنایت اس جنس میں سے ہے جس سے حد واجب ہوتی ہے (لیکن محصن نہ ہونے کی وجہ سے حد ممنوع ہوگئی تو کامل درجہ کی تعزیر واجب ہوگی) اور دوسری جنایت میں امام کی رائے پر تعزیر کی مقدار

موقوف ہے۔

مسئلہ: اگر "اے گدھے یا اے خنزیر" کہا تو تعزیر نہیں کی جائے گی اس لئے کہ اس نے اس کے ساتھ عیب کو لاحق نہیں کیا کیونکہ گدھے یا خنزیر کی نفی کا یقین ہے (یعنی یقینی طور پر معلوم ہے کہ انسان گدھا یا خنزیر نہیں ہے تو گدھا یا خنزیر کہنے سے اس کا عیب لاحق نہیں ہوگا کیونکہ انسان گدھا یا خنزیر نہیں ہو سکتا لیکن انسان زنا کر سکتا ہے تو اگر اس نے زنا نہیں کیا تو اس کی تہمت لگانے سے زنا کا عیب اس کے ساتھ لاحق ہو جائے گا) بعض فقہاء نے کہا کہ ہمارے عرف کے تقاضہ کے مطابق تعزیر کی جائے گی اس لئے کہ یہ عرف میں یہ گالی شمار ہوتی ہے، بعض نے کہا جسے گالی دی ہے اگر وہ شریفوں میں سے ہے جیسے فقہاء یا سادات تو تعزیر کی جائے گی اس لئے کہ ایسے کلمات سے انہیں وحشت لاحق ہوتی ہے، اور اگر وہ شخص عام لوگوں میں سے ہے تو تعزیر نہیں کی جائے گی اور یہ تفصیل اچھی ہے۔

تعزیر کی اکثر مقدار انتالیس[39] کوڑے ہیں اور سب سے کم مقدار تین کوڑے ہیں۔ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ تعزیر پچھتر[75] کوڑوں تک پہنچے گی۔ اس باب میں اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ "جو شخص حد کے علاوہ کی صورت میں حد تک پہنچا تو وہ ظلم و زیادتی کرنے والوں میں سے ہے۔" (یعنی کسی صورت میں حد واجب نہیں تھی لیکن حد کی مقدار کے بقدر کوڑے مارے) اور جب تعزیر کا حد تک پہنچنا متعذر ہے تو امام ابو حنیفہؒ و محمدؒ نے (تعزیر کی مقدار مقرر کرنے کے لئے) حد کی ادنیٰ مقدار کی طرف نظر کی اور وہ حد قذف میں غلام کی حد ہے تو تعزیر کو اسی کی طرف پھیر دیا اور اس کی مقدار چالیس[40] کوڑے ہیں تو اس میں سے ایک کوڑا کم کر دیا (تاکہ تعزیر کی مقدار حد کی مقدار سے کم ہو اور یہ انتالیس[39] کوڑے ہوئی) اور امام ابو یوسفؒ نے آزاد آدمیوں میں حد کی سب سے

کم مقدار کا اعتبار کیا، اس لئے کہ اصل آزادی ہے اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے، اور قیاس کا تقاضا بھی یہی ہے۔ اور اس روایت میں امام ابو یوسفؒ نے حد کی مقدار میں سے پانچ کوڑے کم کئے (اور پچھتر کی تعداد مقرر کی) یہ حضرت علیؓ سے منقول ہے اور انہوں نے اس میں ان کی تقلید کی۔ کتاب یعنی مختصر القدوری میں تعزیر کی ادنیٰ مقدار تین کوڑے مقرر کی ہے اس لئے کی اس سے کم مقدار سے زجر یعنی دھمکی واقع نہیں ہوتی۔ ہمارے مشائخؒ نے ذکر کیا کہ اس کی ادنیٰ مقدار امام کی رائے پر موقوف ہے جس مقدار کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ (اس شخص کے لئے) اس سے زجر واقع ہو جائے گا وہ مقدار مقرر کر دے، اس لئے کہ لوگوں (کی طبیعت) کے اختلاف کی وجہ سے زجر بھی مختلف ہوتی ہے (بعض کے لئے ایک دو کوڑے زجر کے لئے کافی ہیں اور بعض کے لئے چار کوڑے بھی کافی نہیں ہیں) امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ یہ جرم کے بڑے اور چھوٹے ہونے کی مقدار پر موقوف ہے، ان سے یہ بھی مروی ہے کہ ہر نوع کی تعزیر اس باب کی حد کی مقدار کے قریب ہو گی پس عورت کو چھونا اور اس کا بوسہ لینا حدِ زنا کے قریب ہو گا اور زنا کے علاوہ کی تہمت حدِ قذف کے قریب ہو گی۔

مسئلہ: اگر حاکم تعزیر میں مارنے کے ساتھ قید کرنا بھی مناسب خیال کرتا ہے تو وہ کر سکتا ہے اس لئے کہ قید میں تعزیر ہونے کی صلاحیت ہے اور فی الجملہ شریعت بھی اس بارے میں وارد ہے (روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تعزیر میں قید کیا تھا۔ حد زنا کے نازل ہونے سے پہلے بھی قید کا حکم تھا) یہاں تک کہ تعزیر میں (مارے بغیر) صرف قید پر اکتفاء کرنا بھی جائز ہے تو مار کے ساتھ ملانا بھی جائز ہوا۔ اور اسی بناء پر تعزیر میں صرف تہمت کی وجہ

سے جرم کے ثبوت سے پہلے قید کرنا مشروع نہیں ہے جیسا کہ حد میں (ثبوت سے پہلے تہمت کی وجہ سے) مشروع ہے اس لئے کہ قید بھی تعزیر میں سے ہے (پس جرم کے ثبوت سے پہلے قید نہیں کیا جائے گا، ورنہ دوسری سزا دینا لازم آئے گا کہ ثبوت سے پہلے ایک سزا قید اور ثبوت کے بعد دوسری سزا قید یا کوڑے یا دونوں ہوں گے جبکہ حد میں ثبوت جرم کے بعد سزا کوڑے ہیں تو ثبوت سے پہلے تہمت کی بناء پر قید کی سزا دے سکتے ہیں)۔

مسئلہ: سب سے زیادہ سخت مار تعزیر میں ہے اس لئے کہ اس میں عدد کے اعتبار سے تخفیف جاری ہو گئی تو وصف کے اعتبار سے تخفیف نہیں کی جائے گی تاکہ یہ تخفیف مقصود یعنی زجر کے فوت ہونے کی طرف نہ لے جائے اور اس وجہ سے جسم کے متفرق اعضاء پر مارنے کے اعتبار سے بھی تخفیف نہیں کی جائے گی۔ پھر اس سے کم مار کے اعتبار سے زنا کی حد ہے۔ اس لئے کہ یہ قرآن سے ثابت ہے اور شراب پینے کی حد صحابہؓ کے قول سے ثابت ہے (اس لئے زنا کی مار میں سختی ہو گی لیکن تعزیر سے کم) اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بہت بڑا جرم ہے یہاں تک کہ اس میں رجم (سنگسار کرنا) بھی مشروع ہے (جو خود ایک بہت بڑی سزا ہے)۔ پھر اس سے کم مار کے اعتبار سے شراب پینے کی سزا ہے اس لئے کہ اس کا سبب یقینی ہے، پھر اس سے کم مار کے اعتبار سے حدِ قذف ہے اس لئے کہ اس کا سبب محتمل ہے کیونکہ قاذف کے صادق ہونے کا احتمال ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس میں سختی گواہی رد کرنے کے اعتبار سے جاری ہو گئی ہے تو وصف کے اعتبار سے سختی نہیں کی جائے گی۔

مسئلہ: جس شخص کو حاکم نے حد لگائی یا تعزیر کی اور وہ مر گیا تو اس

کا خون ضائع ہے (یعنی اس کی دیت وقصاص وغیرہ نہیں ہے) اس لئے کہ جو کچھ اس نے کیا وہ شریعت کے حکم سے کیا اور جس شخص کو کسی کام کرنے کا حکم دیا جائے تو اس کے فعل و کام میں سلامتی کی قید نہیں ہوتی (بلکہ اسے حکم کے مطابق کام کرنا ہوتا ہے) جیسے رگ میں نشتر لگانے والا اور گھوڑے کی دوا و علاج کرنے والا (یعنی نشتر لگانے کی وجہ سے اگر کوئی شخص یا گھوڑا مرجائے تو کوئی چیز ان پر واجب نہیں ہے) اپنی بیوی کی تعزیر کرنے کی صورت میں شوہر کی حیثیت اس سے مختلف ہے (یعنی اگر تعزیر کی وجہ سے بیوی مرگئی تو شوہر ضامن ہوگا) اس لئے کہ اس بارے میں شریعت کا حکم مطلق ہے اور مطلق میں سلامتی کی قید ہوتی ہے جیسا کہ راستہ میں گزرنا (یعنی ہر ایک کے لئے سلامتی کے ساتھ راستہ سے گزرنا جائز ہے اگر کوئی شخص گزرتے ہوئے کوئی نقصان کرے گا تو ضامن ہوگا۔ استاد اور والد کا حکم بھی یہی ہے) امام شافعیؒ نے فرمایا کہ بیت المال میں سے دیت واجب ہوگی، اس لئے کہ ہلاک کرنا تعزیر میں خطا ہے کیونکہ تعزیر صرف ادب دینے کے لئے ہوتی ہے (نہ کہ ہلاک کرنے کے لئے تو حاکم پر دیت آنی چاہیئے) مگر دیت بیت المال میں سے واجب ہوگی اس لئے کہ حاکم کے عمل کا نفع عام مسلمانوں کی طرف لوٹتا ہے تو تاوان بھی ان کے مال میں سے ہوگا۔ ہم جواب میں کہتے ہیں کہ حاکم نے جب اللہ پاک کا حق اس کے حکم سے حاصل کیا تو ایسا ہو گیا گویا کہ اللہ پاک نے بغیر واسطہ کے اسے مارا ہے تو ضمان واجب نہیں ہوگی (کیونکہ اللہ پر کوئی ضمان واجب نہیں ہے)۔